

ماہنامہ

معارفِ رضا

کراچی

مئی ۲۰۱۰ء

مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل

۲۵۔ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، کراچی ۷۴۴۰۰،

اسلامی جمہوریہ پاکستان

www.imamahmadraza.net

فہرست

نمبر شمار	موضوعات	مضامین	نگارشات	صفحہ۔
۱۔	نعتِ رسول مقبول ﷺ	محمد مظہر کامل ہے۔۔۔۔۔	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ	3
۲۔	منقبت	اے رضا مرتبہ کتنا ہوا بالا تیرا	علامہ ابراہیم خوشتر صدیقی	6
۳۔	اپنی بات	جامعات کا نصاب اور تصانیفِ اعلیٰ حضرت	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	8
۴۔	معارفِ قرآن	تفسیر رضوی۔ سورۃ البقرہ	مولانا محمد حنیف خاں رضوی	16
۵۔	معارفِ حدیث	فضیلتِ علما	مولانا محمد حنیف خاں رضوی	20
۶۔	معارفِ القلوب	تَجَلَّى الْبَاقِيْنَ بِأَنْ نَّبِيَّنَا سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ	25
۷۔	معارفِ رضویات	شرفِ ملت اور امام احمد رضا	ڈاکٹر ممتاز احمد سیدی ازہری	38
۸۔	معارفِ رضویات	صحرائے سخن کا پڑمردہ پھول	میرزا امجد رازی	51
۹۔	خطبہ استقبالیہ	امام احمد رضا کا نفرنس ۲۰۱۰ء	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	62
۱۰۔	رپورٹ	آل انڈیا سیمینار	پروفیسر محمد نور الحق	72
۱۱۔	ریسرچ فارمیٹ	خصوصی افراد اور امام احمد رضا	پروفیسر دلاور خان	83
۱۲۔	دور و نزدیک سے	آپ کے خطوط کے آئینے میں	مرزا فرقان احمد	84

محمد مظہر کامل ہے حق کی شانِ عزّت کا

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

محمد مظہر کامل ہے حق کی شانِ عزّت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

یہی ہے اصلِ عالم، مادہ ایجاد خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامہ کثرت کا

گدا بھی منتظر ہے خلد میں نیکوں کی دعوت کا
خدا دن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کا

گنہ مغفور، دل روشن، خنک آنکھیں، جگر ٹھنڈا
تعالیٰ اللہ ماہِ طیبہ عالم تیری طلعت کا

نہ رکھی گل کے جوشِ حسن نے گلشن میں جا باقی
چمکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغِ رسالت کا

بڑھا یہ سلسلہ رحمت کا دورِ زلفِ والا میں
تسلل کالے کوسوں رہ گیا عصیاں کی ظلمت کا

صفِ ماتم اٹھے خالی ہو زنداں ٹوٹیں زنجیریں
گتہ گارو! چلو مولیٰ نے در کھولا ہے جنت کا

سکھایا ہے یہ کس گستاخ نے آئینہ کو یارب
نظارہ روئے جانناں کا بہانہ کر کے حیرت کا

ادھر اُمت کی حسرت پر اُدھر خالق کی رحمت پر
نرالا طور ہوگا گردشِ چشمِ شفاعت کا

بڑھیں اِس درجہ موجیں کثرتِ انضالِ والا کی
کنارہ مل گیا اس نہر سے دریائے وحدت کا

خُمِ زلفِ نبی ساجد ہے محرابِ دو ابرو میں
کہ یارب تو ہی والی ہے سیہ کارانِ اُمت کا

مدد اے جو ششِ گریہ بہادے کوہ اور صحرا
نظر آجائے جلوہ بے حجاب اس پاک تربت کا

ہوئے کنوابی ہجراں میں ساتوں پردے کنوابی
تصور خوب باندھا آنکھوں نے استارِ تربت کا

یقین ہے وقتِ جلوہ لغزشیں پائے نگہ پائے
ملے جوشِ صفائے جسم سے پابوسِ حضرت کا

یہاں چھڑکا نمک واں مرہمِ کافور ہاتھ آیا
دلِ زخمی نمک پروردہ ہے کس کی ملاحت کا

الہی! منتظر ہوں وہ خرامِ ناز فرمائیں
بچھا رکھا ہے فرش آنکھوں نے کنوایِ بصارت کا

نہ ہو آقا کو سجدہ آدم و یوسف کو سجدہ ہو
مگر سدِّ ذرائعِ ادب ہے اپنی شریعت کا

زبانِ خار کس کس درد سے اُن کو سناتی ہے
تڑپنا دشتِ طیبہ میں جگر افکارِ فرقت کا

سِرھانے ان کے بسل کے یہ بے تابِی کا ماتم ہے
شہِ کوثر ترّثمِ تشنہ جاتا ہے زیارت کا

جنہیں مرقد میں تا حشر امتی کہ کر پکارو گے
ہمیں بھی یاد کرلو اُن میں صدقہ اپنی رحمت کا

وہ چمکیں بجلیاں یارب تجلی ہائے جاناں سے
کہ چشمِ طور کا سُرمہ ہو دلِ مشتاقِ رُویت کا

رضائے خستہ جوشِ بحرِ عصیاں سے نہ گھبرانا
کبھی تو ہاتھ آجائے گا دامنِ اُن کی رحمت کا

اے رضا مرتبہ کتنا ہوا بالا تیرا

کلام: علامہ ابراہیم خوشتر صدیقی علیہ الرحمۃ

اے رضا مرتبہ کتنا ہوا بالا تیرا
ہند تو ہند، عرب میں ہوا شہرہ تیرا

نام اعلیٰ ہے تیرا حضرت اعلیٰ تیرا
کام اولیٰ ہے تیرا اے شہِ والا تیرا

کارِ تجدید ادا کرتا تھا خامہ تیرا
سر پہ باطل کے اٹھا کرتا تھا تیغا تیرا

نسبتِ آلِ رسولی بھی عجب نسبت ہے
غوثِ تک لے گیا تجھ کو یہ وسیلہ تیرا

اس صدی کا تو مجدد، تو زمانے کا امام
اہلِ حق چلتے ہیں جس پر وہ ہے رستہ تیرا

تجھ کو اللہ نے ہر فضل عطا فرمایا
کون سا علم کہ جس میں نہیں حصہ تیرا

ہر جگہ منظرِ اسلام نظر آتا ہے
تیرا گھر، کوچہ و بازار محلہ تیرا

مسکِ حق کی ضمانت ہے تیرا نام رضا
شانِ تحقیق ادا کر گیا خامہ تیرا

مصطفیٰ کا ترے خادم ترے حامد کا غلام
خوشر بندہ دربار ہے تیرا تیرا



﴿اپنی بات﴾

جامعات کا نصاب اور تصانیفِ امام احمد رضا خاں

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

اللہ عزوجل نے اگرچہ انسان کی تعلیم کا بھرپور بندوبست فرمایا۔ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے آخر میں معلم اعظم بلکہ معلم کائنات بنا کر دنیا میں ایک مبسوط نصاب (Syllabus) کتابِ مبین کے ساتھ دنیا میں بھیجا۔ معلم کائنات نے اول مکہ مکرمہ کے گھر کو اول درجہ بنایا اور بعد میں مدینہ منورہ کو ہمیشہ کے لیے درسگاہ بنا کر لوگوں کو اس نصاب کی بھرپور تعلیم دی۔ قرآن نے آپ کو اس کتابِ مبین کا مکمل عالم قرار دیا جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

الرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (سورة الرحمن: 1-4)

رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ماکان و مایکون کا بیان انھیں سکھایا۔

(ترجمہ کنز الایمان)

اور ہمارے لیے دو ٹوک ارشاد فرمایا:

وَمَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَاِمَّا هٰكُم مِّنْهُ فَاَنْتَهُوْا (سورة الحشر: 7)

اور جو کچھ تمھیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اولین تلامذہ صحابہ کرام اور صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ جنہوں نے اس نصاب یعنی قرآن اور صاحبِ قرآن کی ایک ایک بات کو اپنے ذہنوں میں رچا بسا لیا تھا اور اس پر مکمل عمل فرمایا۔ اس نصاب کو صحابہ کرام نے اپنے اپنے گھروں میں عمومی طور پر اور کچھ صحابہ کرام نے خاص طور پر تابعین کی جماعت میں فی سبیل اللہ خدمت کرتے ہوئے منتقل کیا۔ اور انہوں نے تبع تابعین کی جماعت میں منتقل کیا۔ اس دوران اس نصاب کی تشریحات کے لیے نئے نئے مضامین اور اُن کے اصول مرتب کیے جانے لگے۔ اور گھروں سے یہ تعلیم باقاعدہ مدارس میں

منتقل ہونے لگی۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ نصاب تشریحات کے لحاظ سے بڑھتے چلے گئے اور پھر ان تشریحات کو سمجھانے کے لیے کتابیں لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہاں تک کہ ایک ایک موضوع پر متعدد کتب لکھی جانے لگیں۔ اس دوران خیالات اور اختلافات بھی بڑھتے چلے گئے۔ چنانچہ مختلف مذاہب اور پھر مختلف عقائد کے باعث بظاہر یہ نصاب بہت بڑھ گیا۔ اب ہر جگہ نصاب اپنے عقائد اور خیالات کے مطابق مرتب کیا جانے لگا۔ جس کی وجہ سے طالب علم حقائق سے دور ہوتا چلا گیا۔ اور وہ جس مذہب یا جماعت کا نصاب پڑھتا وہ اُسی کو درست سمجھتا۔ یہ صورتحال اب شدت اختیار کرتی جا رہی ہے بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں یہ شدت عروج پر ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے مدارس کا اگر جائزہ لیا جائے تو وہاں اصل نصاب قرآن و حدیث کو اپنے خیالات اور اپنے عقائد کے مطابق کر کے پڑھایا جاتا ہے مگر دنیاوی علوم کی درسگاہوں اور خاص کر جامعات میں ایک ہی نصاب مرتب کیا جاتا ہے اگرچہ پڑھانے والے مختلف خیال افراد ہوتے ہیں مگر وہ اُسی ایک نصاب کو پڑھاتے ہیں۔ اور ان جامعات میں یہ کوشش بھی کی جاتی ہے کہ نصاب بناتے وقت ایسا نصاب مرتب کیا جائے کہ کسی بھی خیالات کے لوگوں کی دل آزاری نہ ہو اور وہ نکات پڑھائے جائیں جس میں اختلافی باتیں کم ہوں۔ لیکن پاکستان کی جامعات میں اس پر عمل درآمد نہ ہوا۔ اکثر جامعات میں ایک ہی مذہب کے لوگوں کی اجارہ داری نظر آتی ہے۔ چنانچہ جو بھی نصاب اور بالخصوص اسلام کے حوالے سے نصاب تیار کیا گیا وہ کسی ایک مخصوص رجحان رکھنے والی جماعت کا نصاب نظر آتا ہے۔ یہ سلسلہ پاکستان میں پچھلے ساٹھ سال سے قائم ہے اور اس کو بدلنے کی کوششیں نہ کی جاسکیں مگر اب صورتحال مختلف ہے اب جامعات میں بھی تمام خیالات کے علما کو جگہ دی جاتی ہے۔ چنانچہ جامعات میں بی۔ ایس اور ماسٹر زیول کے کورس میں اب علمائے اہلسنت کی خدمات اور ان کی قلمی شاہکار کو بھی پذیرائی حاصل ہو رہی ہے۔ یہ سب تبدیلیاں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی پچھلی تیس سالہ کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے اپنے قیام (1980ء) کے بعد سے زیادہ تر توجہ جامعات اسکولز اور کالجوں کے اساتذہ کرام اور طالب علموں کی طرف مذکور رکھی۔ چنانچہ ابتدا میں امام احمد رضا اور دیگر علمائے اہل سنت کو ان اداروں میں متعارف کرانے کی کوششیں کی گئیں اور اس حوالے سے بعض اسکولوں، کالجوں اور جامعات میں امام احمد رضا اور علمائے اہل سنت کے کارناموں کے حوالے سے پروگرام منعقد کیے گئے اور اس طریقے سے امام احمد رضا اور علمائے اہل سنت کا تعارف

جامعات اور اسکول اور کالجوں کے اساتذہ کرام تک پہنچایا گیا۔ نتیجتاً ان شخصیات کے تعارف کے بعد پھر ریسرچ کا سلسلہ شروع کرایا گیا۔ تاکہ مدلل تصنیفات اور تحقیقات سامنے آسکیں۔ چنانچہ پچھلے تیس سالوں میں جامع پنجاب، جامعہ بہاولپور، جامعہ کراچی، جامعہ سندھ اور اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی جیسی اہم جامعات میں بیسیوں ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی لیول کی تحقیقات کرائی گئیں۔ ساتھ ہی ملک کے بے شمار ایجوکیشنل کالجز میں بی۔ ایڈ اور ایم۔ ایڈ لیول کی ریسرچ کرائی گئی جس کے باعث بے شمار تحقیقی مقالات سامنے آئے۔ الحمد للہ پاکستان کی مختلف جامعات کے مختلف شعبوں میں بالخصوص شعبہ اسلامیات، شعبہ اردو، شعبہ پاکستان اسٹڈیز، شعبہ سیاسیات اور ہسٹری جیسے مضامین میں امام احمد رضا اور علمائے اہلسنت کی تصنیفات اُن کے نصاب میں شامل کروانے کی کوششیں آج بھی جاری و ساری ہیں۔ حال ہی میں پاکستان کی سب سے بڑی جامعہ، جامعہ کراچی کے شعبہ شیخ زاید اسلامک سینٹر میں بی۔ ایس اور ایم۔ ایس لیول کے نئے نصاب کی منظوری دی گئی جس میں جامعہ کراچی کے شیخ الجامعہ جناب پروفیسر ڈاکٹر پیر زادہ قاسم رضا صدیقی اور احقر کی کاوشوں کے باعث سینٹر کے نصاب میں کئی پرچوں کے اندر امام احمد رضا اور دیگر علمائے اہل سنت کی متعدد کتب کو ریفرنس اور ٹیکسٹ بک کے طور پر شامل کیا گیا ہے جس کی تفصیل آگے پیش کی جا رہی ہے، اس سے قبل بھی جامعہ کراچی کے شعبہ قرآن و سنہ میں جب ایم۔ اے کا نصاب منظور کیا گیا تھا اُس میں بھی احقر کی کاوشوں کے باعث متعدد پرچوں میں امام احمد رضا کی تصنیفات کو شامل کیا گیا اور حال ہی میں جامعہ کراچی کے ایک اور شعبہ اسلامک لرننگ میں جس کا نیا سلیبس حال ہی میں منظور کیا گیا ہے اُس میں بھی کئی کورسز میں امام احمد رضا اور علمائے اہل سنت کی کتابوں کو شامل کیا گیا ہے جس کی تفصیل آئندہ پیش کی جائے گی:

سر دست شیخ زاید اسلامک سینٹر کے نصاب میں شامل مختلف کورسز میں امام احمد رضا اور علمائے اہل سنت کی جو کتب منظور کی گئی ہیں اُس کی تفصیل ملاحظہ کیجیے:

کورس نمبر 311: اسلامیات (لازمی)

1۔ ضیاء القرآن، از پیر کرم شاہ الازہری

کورس نمبر 341: تفسیر بہ اصول تفسیر

1۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن از امام احمد رضا، خزائن العرفان، از علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی، نور العرفان، از مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی، تفسیر الحسنات از مولانا ابوالحسنات قادری صاحب۔

کورس نمبر 342: تفسیر و اصول تفسیر

ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ الازہری، تفسیر نعیمی، از مفتی احمد یار خان نعیمی، خزائن العرفان، از مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، اور فضائل قرآن از مولانا افتخار احمد مصباحی۔

کورس نمبر 411: اسلامی تاریخ

ضیاء النبی از پیر کرم شاہ الازہری، سیرت النبی جانِ عالم از علامہ سید سعادت علی قادری، کمالِ مصطفیٰ از سید محمد اسماعیل رضا ذبیح، سیرت النبی از علامہ نور بخش توکلی، الزلال الانقیٰ (فضیلت ابو بکر صدیق) از امام احمد رضا خاں قادری، غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق، از امام احمد رضا۔

کورس نمبر 411: فقہ / اصول فقہ

بہارِ شریعت از مولانا امجد علی اعظمی، فتاویٰ رضویہ جلد 5 تا 8 امام احمد رضا فاضل بریلوی، اصول فقہ اسلام از مفتی منیب الرحمن۔

کورس نمبر 442: فقہ

فتاویٰ رضویہ از امام احمد رضا بریلوی، وقار الفتاویٰ از مفتی وقار الدین صاحب۔

کورس نمبر 511: تمدنِ اسلام

نظامِ مصطفیٰ از علامہ شمس بریلوی۔

کورس نمبر 541: اصول و تاریخ حدیث

جامع الاحادیث از علامہ محمد حنیف خاں رضوی (افادات از کتبِ امام احمد رضا بریلوی)، الہاد الکاف فی حکم الضعاف از امام احمد رضا بریلوی، الفضل الموبہی از امام احمد رضا، فیوض الباری از علامہ سید محمود رضوی، تذکرۃ المحدثین از علامہ غلام رسول سعیدی۔

کورس نمبر 512: اسلام اور سائنس

اس کورس میں امام احمد رضا کو دیگر سائنس دانوں کے ساتھ مسلمان سائنس داں کے طور پر پڑھایا جائے گا۔
 ردِ فلسفہ قدیم، امام احمد رضا بریلوی، الکشف شافیہ از امام احمد رضا بریلوی، الصمصام فی مشکک فی آیات علوم الارحام، از امام احمد رضا بریلوی، مقامع الحدید علیٰ خدا المنطق الجدید، از امام احمد رضا بریلوی، اور قرآن سائنس اور امام احمد رضا از مجید اللہ قادری۔

کورس نمبر 542: حدیث

مرآة المصابیح شرح مشکوٰۃ از مفتی احمد یار خاں نعیمی، الہاد الکاف فی حکم الضعاف از امام احمد رضا، منیر العین فی حکم التخیل الالبہامین از امام احمد رضا اور الفضل الموبہی از امام احمد رضا بریلوی۔

کورس نمبر 522: سیرت النبوی اور مستشرقین

ضیاء النبی از پیر کرم شاہ الازہری، سیرت النبی جانِ عالم، از علامہ سید سعادت علی قادری، فضائل الخصائص سید المرسلین از امام احمد رضا بریلوی، رسالہ اعتقاد الاحباب از امام احمد رضا بریلوی۔

کورس نمبر 611: ادیان مذہب کا تقابلی مطالعہ

فتاویٰ رضویہ جلد 9 از امام احمد رضا بریلوی، حیات الموات فی بیان سماع الاموات از امام احمد رضا بریلوی، کتاب الشہ ردد مذہبان فتاویٰ رضویہ امام احمد رضا بریلوی۔

کورس نمبر 631: کائنات اور حیات

تشریح افلاک و علم توقیت و تقویم فی فتاویٰ رضویہ از امام احمد رضا بریلوی، فلسفہ طبیعیات اور نجوم، فتاویٰ رضویہ از امام احمد رضا بریلوی، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن از امام احمد رضا بریلوی قرآن سائنس اور امام احمد رضا، از مجید اللہ قادری۔

کورس نمبر 641: اسلام اور جدید معاشرتی نظریات

معاشرتی مسائل از فتاویٰ رضویہ (جلد اول، دوم) امام احمد رضا بریلوی، معاشی مسائل، فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم امام احمد رضا بریلوی، اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام از امام احمد رضا بریلوی۔

کورس نمبر 642: (الف) فلسفہ و علم الکلام

عقائد و کلام از فتاویٰ رضویہ، امام احمد رضا بریلوی۔

کورس نمبر 642: (ب) اخلاق و تصوف

اس کورس میں امام احمد رضا کو دیگر مشائخ کے ساتھ بحیثیتِ صوفی پڑھایا جائے گا۔
الکلمۃ المہلمہ از امام احمد رضا بریلوی، تصوف و طریقت و آدابِ شریعت، از امام احمد رضا بریلوی، مقال العرفاء باعز از الشرع
العلماء از امام احمد رضا بریلوی۔

کورس نمبر 411: (ب) جدید مصادر و مراجع کا مطالعہ

کنز الایمان از امام احمد رضا بریلوی، خزائن العرفان از علامہ نعیم الدین مراد آبادی، تفسیر نعیمی از مولانا مفتی احمد یار خاں
نعیمی، تبیان القرآن از مولانا غلام رسول سعیدی۔

کورس نمبر: 741 (الف) فقہ کا تحقیقی مطالعہ

اجلی الاعلام از امام احمد رضا بریلوی اطائب الصیّب علی ارض الطیب از امام احمد رضا بریلوی، اظہار الحق الجلی از امام احمد رضا بریلوی۔

انشاء اللہ آئندہ شمارے میں ہم وفاقی اردو یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامی کے نصاب میں شامل کی جانے والی اعلیٰ حضرت
امام احمد رضا اور دیگر علمائے اہلسنت کی کتب کی تفصیل پیش کریں گے۔

اس سال ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے اپنی تیسویں سالانہ کانفرنس کا انعقاد جامعہ کراچی کے شیخ زاید اسلامک سینٹر میں کیا۔ اس کانفرنس کی صدارت شیخ الجامعہ پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی صاحب فرما رہے تھے جبکہ مہمانِ خصوصی کے لیے جامعہ سندھ کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر نذیر احمد مغل کو مدعو کیا گیا تھا مگر اچانک مصروفیات کے باعث وہ تشریف نہ لاسکے اور انہوں نے اپنی نمائندگی کے لیے اپنے ہی جامعہ کے شعبہ عربی کے صدر پروفیسر ڈاکٹر حافظ شیخ عبدالغنی صاحب کو بھیجا تھا جنہوں نے مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرمائی۔ یہ کانفرنس 10 اپریل 2010ء بروز ہفتہ شیخ زاید اسلامک سینٹر کے آڈیٹوریم میں منعقد کی گئی تھی اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے صدر جناب سید وجاہت رسول قادری صاحب نے ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی کی جانب سے اُن تمام کتابوں کا تحفہ جو شیخ زاید اسلامک سینٹر کے نصاب میں شامل کی گئیں تھیں شیخ الجامعہ کے توسل سے سینٹر کی لائبریری کے لیے تحفہ پیش کیا۔ اس کے علاوہ فتاویٰ رضویہ کی بتیس 32 جلدوں پر مشتمل ایک مکمل سیٹ ادارے کی تمام مطبوعہ کتابوں کے ساتھ پیش کیا گیا جس کا شیخ الجامعہ نے نہ صرف شکریہ ادا کیا بلکہ اس کو بہت بڑا علمی خزانہ قرار دیا۔ اور اس عزم کا اظہار کیا کہ یہ event یعنی سالانہ امام احمد رضا کانفرنس ہر سال جامعہ کراچی میں ہی منعقد کی جائے تاکہ یہاں کے اہل علم امام احمد رضا کی تعلیمات سے بھرپور استفادہ کر سکیں۔ مہمانِ خصوصی جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالغنی صاحب نے امام احمد رضا کے ترجمہ کنز الایمان کو تمام اُردو تراجم کی صف میں سب سے زیادہ نمایاں اور مستند اور ہر قسم کی اغلاط اور گستاخیوں سے محفوظ قرار دیا اور اس بات پر زور دیا کہ ترجمہ قرآن کے سلسلے میں جامعات ہی میں نہیں بلکہ ہر جگہ امام احمد رضا کے ترجمے سے ہی استدلال کیا جائے تاکہ قرآن کریم کی صحیح ترجمانی لوگوں کے اذہان تک منتقل ہو سکے۔

اس کانفرنس میں پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید صاحب، سابق صدر شعبہ اسلامک کلچر، سندھ یونیورسٹی، پروفیسر ڈاکٹر ممتاز بھٹو صاحبہ سابق ڈین معارفِ اسلامیہ جامعہ سندھ، اور پروفیسر ڈاکٹر انوار احمد خاں موجودہ چیئر مین شعبہ اسلامیات جامعہ سندھ پر مشتمل سندھ یونیورسٹی، جامشورو کے ایک وفد نے بھی خصوصی شرکت فرمائی۔ اس کے علاوہ جامعہ کراچی کے متعدد اور مختلف شعبہ جات کے پروفیسر حضرات نے اور کثیر تعداد میں طالب علموں نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی تیس سالہ کاوشوں کا ایک اہم سنگ میل ہے کیونکہ جو کوششیں پچھلے تیس سالوں سے ادارہ انجام دے رہا تھا اس سال جامعہ کراچی میں کانفرنس کا انعقاد کر کے ایک بڑی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ اس سے پہلے ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے پچھلے سال وفاقی اردو یونیورسٹی کے اندر امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کیا اور اُس سے قبل

2008ء میں سرسید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی میں امام احمد رضا کا نفرنس کا انعقاد کیا تھا۔

قارئین کرام! ہم اللہ رب العزت کا انتہائی شکر ادا کرتے ہیں کہ اُس نے ہمیں امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی تعلیمات کو آگے بڑھانے کا حوصلہ دیا اور یہ ہمارے ادارے کے اسلاف کی دعاؤں اور محنتوں کا نتیجہ ہے بالخصوص پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب حضرت علامہ شمس بریلوی صاحب حضرت علامہ سید ریاست علی قادری صاحب حضرت شیخ حمید اللہ قادری حشمتی صاحب حضرت مولانا محمد شفیع قادری صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان۔ اللہ رب العزت ہمارے ان اسلاف کی نیتوں کو اور خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمیں اس کام کو آگے بڑھاتے رہنے کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائے۔



تفسیر رضوی

سورة البقرة

از افاداتِ امام احمد رضا

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

﴿41﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دی ہوں ایک دفعہ میں خواہ برسوں میں کہ ایک ہی دی اور رجعت کر لی پھر دوسری اور رجعت کر لی اب تیسری دی دونوں صورتوں میں عورت اس پر بغیر حلالہ حرام ہے۔

حلالہ کے یہ معنی ہیں کہ اس طلاق کے بعد عورت اگر حیض والی ہے تو تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں اور اگر حیض والی نہیں مثلاً نو برس سے کم عمر کی لڑکی ہے یا پچپن برس سے زائد عمر کی عورت ہے اور اس طلاق کے بعد تین مہینے کامل گزر جائیں یا حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہو لے اس وقت طلاق کی عدت سے نکلے گی، اس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح بروجہ صحیح کرے یعنی وہ شوہر ثانی اس کا کفو ہو کہ مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے عورت کا نکاح عورت کے اولیاء کے لیے باعثِ بدنامی ہو، یا اگر ایسا کم ہے تو عورت کا ولی نکاح ہونے سے پہلے اس کو یہ جان کر کہ یہ کفو نہیں ہے اس کے ساتھ نکاح کی بالتصریح اجازت نہ دی تو نکاح ہی نہ ہو گا یونہی لڑکی اگر نابالغہ ہے اور اس کے نہ باپ ہے نہ دادا، بھائی، چچا وغیرہ ولی ہیں۔ لوگوں نے کسی غیر کفو سے اس کا نکاح کر دیا جب بھی نکاح نہ ہوا۔ غرض جب شوہر ثانی سے نکاح صحیح طو پر واقع اور اس سے ہم بستری کر لے اور اس کے بعد وہ طلاق دے اور اس طلاق کی عدت اسی طرح گزرے کہ یا تین حیض ہوں اور نہ آتا ہو تو تین مہینے اور حمل رہ جائے تو بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کا پہلا شوہر اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ ان میں سے ایک بات بھی کم ہو گئی تو نکاح نہ ہو گا زنا ہو گا۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم 5 / 644)

خلع کا معاملہ رضامندی پر ہے جب کہ وہ جانے کہ باہم نباہ نہ ہو گا تو زوجہ اپنی خلاصی کے لیے کل مہر چھوڑ دے اور لیا ہوا واپس کر دے اور اس کے سوا اور روپے بھی دے سب جائز ہے۔ قال تعالیٰ لَا جُنَاحَ عَلَيْهَا فِيمَا أَفْتَدَتْ بِهِ۔

(233) وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنْعِمَ الرِّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ

بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلِّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدُكُم بِوَالِدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَالِدَيْهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۔

اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس اس کے لئے جو دودھ کی مدت پوری کرنی چاہے؛ اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا اور پہننا ہے حسب دستور؛ کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے مگر اس کے مقدور بھر۔ ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچہ سے اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے، یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچے کو اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو، اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے، پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضا اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر تم چاہو دایوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلاؤ تو بھی تم پر مضائقہ نہیں جب کہ جو دینا ٹھہرا تھا بھلائی کے ساتھ انہیں ادا کر دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿42﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

باپ اگر شریف و نجیب ہے تو اولاد بھی شریف و نجیب ہے کہ شرعاً نسب باپ سے لیا جاتا ہے۔ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ۔ اس پر دال ہے۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم 5/ 159)

(234) وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا لَا تَرِثُهُنَّ أَنْفُسُهُنَّ بِأَنْفُسِهِنَّ وَأَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجْلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔

تم میں جو مریں اور بیویاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اے والیو! تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

﴿43﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

عدت میں نکاح حرام قطعی ہے بلکہ نکاح تو بڑی چیز ہے قرآنِ عظیم نے عدت میں نکاح کے صریح پیام کو بھی حرام فرمایا۔

نکاح بعدِ عدت کر لینے کے وعدہ کو بھی حرام فرمایا۔ صرف اس کی اجازت دی ہے کہ دل میں خیال رکھو یا کوئی پہلو دار بات ایسی کہو جس سے بعدِ عدت ارادہ نکاح کا اشارہ نکلتا ہو، صاف صاف یہ ذکر نہ ہو کہ میں بعدِ عدت تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں تک کہنا حرام ہے، تو خود نکاح کر لینا کیونکر حلال ہو گا۔ پھر پہلو دار بات بھی عدتِ وفات والی سے کہنا جائز ہے، عدت طلاق والی سے باجماع امت وہ بھی جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم 5 / 297)

فتح القدیر میں ہے:

قوله ولا باس بالتعريض في الخطبة اراد المتوفي عنها زوجها اذ التعريض لا يجوز في المطلقة بالاجماع۔

اگر کوئی شخص عدت میں نکاح پڑھا دیا کرتا اور اسے حرام وزنا جانتا تو اتنا ہوتا کہ وہ سخت مرتکبِ کبائر اور زانیہ کا دلال ہوتا مگر وہ جو اسے جائز بتائے اور قرآنِ عظیم میں تحریف کر کے۔ یز بصرہ۔ کو فقط منع جماع پر حمل کرتا ہے وہ ضرور مکر قرآن مجید ہے اور اس پر یقیناً کفر لازم۔ اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اپنے اس قولِ ناپاک کو جھٹلائے اور نئے سرے سے اسلام لائے اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم 5 / 297)

(238) حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ۔

نگہبائی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

﴿44﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

محافظت کرو کہ کوئی نماز اپنے وقت سے ادھر ادھر نہ ہونے پائے، بیچ والی نماز نمازِ عصر ہے۔ اس وقت لوگ بازار وغیرہ کے کاموں میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے اس لیے اس کی خاص تاکید فرمائی۔

بیضاوی شریف علامہ ناصر الدین شافعی میں ہے:

حافظوا على الصلوات بالاداء لوقتها والمداومة عليها۔

نمازوں کی محافظت کرو یعنی وقت پر ادا کرو اور ہمیشہ کرو۔

مدارک شریف میں ہے:

حافظو اعلی الصلوات داوموا علیہا لمواقیئہا۔

نمازوں پر محافظت کرو یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو۔

ارشاد العقل السليم میں ہے:

حافظو اعلی الصلوات ای داوموا اعلی ادائہا لاوقاٹہا من غیر اخلال بشی منہا۔

نمازوں پر محافظت کرو یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو اور ان میں کسی قسم کا خلل نہ واقع ہونے دو۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم 5 /

(297)

(248) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ۔

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے؛ بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لیے اگر ایمان رکھتے ہو۔

﴿جاری ہے...﴾

معارفِ حدیث

3۔ فضیلتِ علما

از افاداتِ امام احمد رضا

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

236۔ عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: **خُمْسُ مِنَ الْعِبَادَةِ، النَّظَرُ إِلَى الْمُصْحَفِ، وَالنَّظَرُ إِلَى الْكُعْبَةِ، وَالنَّظَرُ إِلَى الْوَالِدَيْنِ، وَالنَّظَرُ فِي زَمْرَةٍ، وَهِيَ تَحُطُّ الْخَطَايَا، وَالنَّظَرُ فِي وَجْهِ الْعَالَمِ**۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ چیزیں عبادت سے ہیں، مصحف کو دیکھنا، کعبہ کو دیکھنا، ماں باپ کو دیکھنا، زمزم کے اندر نظر کرنا اور اس سے گناہ اترتے ہیں، اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔ فتاویٰ رضویہ 4/616۔

237۔ عن عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما قال! قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: **فَقِيَهُ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ**۔ فتاویٰ رضویہ 4/675۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دین کی سمجھ رکھنے والا ایک شخص (عالم) شیطان پر ایک ہزار عابدوں کے مقابلہ میں زیادہ بھاری ہے۔ 12م

(2) علما و ارشین انبیاء

238۔ عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: **إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينًا وَالْأَوَّلِينَ هَمًّا فَأَتَمُّوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحِطَّةٍ وَافِرٍ**۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علما و ارثِ انبیاء ہیں، انبیاء نے دین و دینار ترکے میں نہ چھوڑے، علم اپنا ورثہ چھوڑا ہے، جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا۔

(3) عالم و سلطان عادل کی تعظیم

239۔ عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إِنَّ مِنْ أَجْلَالِ اللَّهِ تَعَالَى أَكْرَامُ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْعَالِي فِيهِ وَالْجَائِعِ عَنْهُ وَإِكْرَامُ السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ۔
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بوڑھے مسلمان اور (سنی) عالم اور عادل بادشاہ کی تعظیم میں اللہ ہی کی تعظیم ہیں۔

(4) اعزازِ علما و سادات

240۔ عن ميمون بن شبيب رضي الله تعالى عنه: ان عائشة رضي الله تعالى عنها مر بها سائل فاعطته كسرة ومربها رجل عليه ثياب وبهيئة فاقعدته فاكل، ففعلت لها ذلك، فقالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ۔

حضرت میمون بن شبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک سائل کا گزر ہوا، اسے ایک ٹکڑا عطا فرمادیا، پھر ایک شخص خوش لباس شاندار گزرا اسے بٹھا کر کھانا کھلایا، اس بارے میں ام المؤمنین سے استفسار ہوا فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے لائق برتاؤ کرو۔ فتاویٰ رضویہ 73/9۔

241۔ عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: القى لعلی كرم الله تعالى وجهه الكريم وسادة فقعد عليها وقال: لا يأبى الكرامة إلا حملاً۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کہیں تشریف فرما ہوئے، صاحب خانہ نے حضرت کے لیے مسند حاضر کی، آپ اس پر رونق افروز ہوئے، اور فرمایا: کوئی گدھا ہی عزت کی بات قبول نہ کرے گا۔ فتاویٰ رضویہ 4/9۔

(2) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

اللہ جل وعلا نے علما و جہلا کو برابر نہ رکھا تو مسلمانوں پر بھی ان کا امتیاز لازم ہے۔ اسی باب سے ہے علمائے دین کو مجالس میں صدر مقام و مسندِ اکرام پر جگہ دینا کہ سلفاً و خلفاً شائع و ذائع اور شرعاً و عرفاً مندوب و مطلوب، ہاں علما و سادات کو یہ ناجائز و ممنوع ہے کہ آپ اپنے لیے سب سے امتیاز چاہیں اور اپنے نفس کو اور مسلمانوں سے بڑا جانیں کہ یہ تکبر ہے اور تکبر ملکِ جبار جلّتِ عظمت کے سوا کسی کو لائق نہیں، بندہ کے حق میں گناہِ اکبر ہے، اَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ، کیا جہنم، میں نہیں ہے ٹھکانہ تکبر والوں کا، جب سب علما کے آقا سب سادات کے باپ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہا درجہ کی تواضع فرماتے اور مقام و مجلس و خورش و روش کسی امر میں اپنے بندگانِ بارگاہ پر امتیاز نہ چاہتے تو دوسرے کی کیا حقیقت ہے، مگر مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ سب سے زائد علما و سادات کا اعزاز و امتیاز کریں، یہ ایسا ہے کہ کسی شخص کو لوگوں سے اپنے لیے قیام مکروہ اور لوگوں کا معظم دینی کے لیے قیام مندوب، پھر جب اہل اسلام انکے ساتھ امتیازِ خاص کا برتاؤ کریں تو اس کا قبول انہیں ممنوع نہیں۔ فتاویٰ رضویہ 9/973۔

(5) عالم کی بے ادبی نفاق ہے

242۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ثَلَاثَةٌ لَا يَسْتَحِفُّ بِحَقِّهِمُ الْأَمَانَةُ بَيْنَ التَّفَاقِي، ذُو الشَّيْبَةِ فِي الْإِسْلَامِ، وَالْإِمَامُ الْمُفْسِطُ، وَمُعَلِّمُ الْحَيْرِ۔
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین شخص ہیں جن کے حق کو ہلکانہ جانے گا مگر منافق کھلا منافق، ازاں جملہ ایک بوڑھا مسلمان دوسرا مسلمان بادشاہِ عادل، تیسرا عالم کہ مسلمانوں کو نیک بات بتائے۔ فتاویٰ رضویہ 10/92۔

(6) عالم اور جاہل کے گناہ میں فرق

243۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ذَنْبُ الْعَالِمِ ذَنْبٌ وَاحِدٌ وَذَنْبُ الْجَاهِلِ ذُنُوبَانِ، قِيلَ: وَلِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الْعَالِمُ يُعَذِّبُ عَلَى كُذُوبِهِ الذَّنْبُ، وَالْجَاهِلُ عَلَى كُذُوبِهِ الذَّنْبُ وَعَلَى تَرْكِ التَّعْلُمِ۔
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عالم کا

گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دو گناہ۔ کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! علیک الصلوٰۃ والسلام، کس لیے؟ فرمایا: عالم پر وبال اسی کا ہے کہ گناہ کیوں کیا۔ اور جاہل پر ایک عذاب گناہ کا اور دوسرا نہ سیکھنے کا۔ فتاویٰ رضویہ 9/74۔

﴿حوالہ جات﴾

236۔ الجامع الصغیر للسیوطی، 1/243

کنز العمال للمنتقی، 43494، 15/881

237۔ الجامع للبخاری، العلم، 1/16

السنن لابن ماجہ، المقدمة، 1/20

المسند للاحمد بن حنبل، 5/196

تلخیص الجبیر لابن حجر، 2/164

اتحاف السادة للزبیدی، 1/71

کنز العمال للمنتقی، 28679، 10/135

کشف الخفا للعجلونی، 2/22

التفسیر للقرطبی، 4/41

239۔ السنن لابن داؤد، الادب، 2/665

السنن الکبریٰ للبیہقی، 8/163

اتحاف السادة للزبیدی، 8/309

الترغیب والترہیب للمنذری، 1/133

240۔ السنن لابن داؤد، الادب، 2/665

اتحاف السادة للزبیدی، 6/265



کنز العمال للمتنی، 109/3، 5717

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، 9/8

241۔ مسند الفردوس للدیلمی، 5/121

زہر الفردوس، 4/221

242۔ المعجم الکبیر للطبرانی، 8/202

الجامع الصغیر للسیوطی، 1/214

243۔ مسند الفردوس للدیلمی، 2/248

کنز العمال للمتنی، 10/28784، 153

الجامع الصغیر للسیوطی، 1/264

﴿جاری ہے...﴾



تَجَلَّى الْيَقِينِ بَانَ نَبِينَا سِيدِ الْمُرْسَلِينَ

1305ھ

(یقین کا اظہار اس بات کے ساتھ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے سردار ہیں)

پہلی قسط امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ، از لعل دروازہ، مونیئر معرفت حضرت مرزا غلام قادر بیگ صاحب، غرہ شوال 1305ھ۔
حضرت اقدس دام ظلہم! یہاں وہابیہ نے ایک ”تازہ شگوفہ“ کا اظہار کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افضل المرسلین ہونے سے انکار کیا ہے۔ ہر چند کہا گیا کہ مسئلہ واضح ہے، مسلمانوں کا ہر بچہ جانتا ہے مگر کہتے ہیں قرآن و حدیث سے دلیل لاؤ۔ یہاں کوشش کی، قرآن و حدیث میں دلیل نہ پائی۔ لہذا مسئلہ حاضر خدمت والا ہے۔ امید ہے کہ بہ ثبوت آیات و احادیث مسلمانوں کو ممنون فرمائیں گے، فقط۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون تبارك الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا، والى اقوامهم خاصة ارسل المرسلون هو الذي ارسل نبينا رحمة للعالمين فادخل تحت ذيل رحمة الانبياء والمرسلين والملئكة المقربين وخلق الله اجمعين، وجعله خاتم النبيين فنسخ الاديان ولا ينسخ له دين، وادخل في امته جميع المرسلين اذ اخذ الله ميثاق النبيين، سب حن الذي اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الى السموات العلى الى العرش الاعلى، ثم دنا فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى، فاوحى الى عبده ما اوحى ما كذب الفؤاد ما رأى افتخروا به على ما يرى ولقد رآه نزلة أخرى، ما زاغ البصر وما طغى وان الى ربك المنتهى، وان عليه النشأة الاخرى يوم لا يجدون شفيعا الا المصطفى فله الفضل في الاولى والاخرى، والغاية القصوى والوسيلة العظمى والشفاعة الكبرى والمقام المحمود والحوض المورود وما لا يحصى من الصفات العلى والدرجات العليا فصلى الله تعالى وسلم وتبارك عليه وعلى آله وصحبه وكل منتم اليه دأما ابدا كما يحب ويرضى هو ورب العلى الاعلى۔

سب خوبیاں اُسے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے، اور پڑے بُرا مانیں مشرک، بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا کہ وہ سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔ اور سب رسول خاص اپنی ہی قوموں کی طرف بھیجے گئے۔ اُس نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سارے جہان کے لیے رحمت بھیجا، تو اُن کے دامنِ رحمت کے نیچے انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین اور تمام مخلوقِ الہی کو داخل فرمایا، اور ان کو سب نبیوں کا خاتم کیا، تو اُنھوں نے اور دین نسخ فرمائے، اور اُن کے دین کا کوئی حرف منسوخ نہ ہو گا۔ اللہ نے اُن کی امت میں تمام رسولوں کو داخل کیا، جبکہ خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا۔ پاکی ہے اُسے جو راتوں رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے لے گیا مسجدِ اقصیٰ تک، بلند آسمانوں تک، عرشِ اعلیٰ تک، پھر نزدیک ہوا تو تجلی فرمائی، تو دو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہا۔ پس اپنے بندے کو وحی کی، دل نے جو دیکھا اُس میں شک نہ کیا، تو کیا تم اُن کے دیدار میں جھگڑتے ہو۔ اور قسم ہے بے شک اُنھوں نے اسے دوبارہ دیکھا۔ آنکھ بیجانہ چلی اور نہ حد سے بڑھی۔ اور بے شک تیرے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔ اور بے شک اُسے سب کو دوبارہ پیدا کرنا ضرور ہے۔ جس دن کوئی شفیع نہ پائیں گے سوائے مصطفیٰ کے، تو دُنیا اور آخرت میں اُنھیں کے لیے فضیلت ہے، اور سب سے پرلے سرے کی نہایت، اور سب سے بڑا وسیلہ اور سب سے اعظم شفاعت اور وہ مقام جس میں سب اگلے پچھلے اُن کی حمد کریں گے۔ اور وہ حوض جس پر تشنگانِ اُمت آکر سیراب ہوں گے اور بے گنتی بلند صفتیں اور سب سے اونچے درجے، تو اللہ تعالیٰ درود و برکت اتارے اُن پر اور ان کی آل و اصحاب اور ہر اُن کے نام لیوا پر ہمیشہ ہمیشہ جیسی اُنھیں اور ان کے بلند و بالا تر رب کو پسند و محبوب ہے۔

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا افضل المرسلین و سید الاولین و الآخرین ہونا قطعی ایمانی، یقینی، اذعان، اجماع، ایقانی مسئلہ ہے جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ بد دین بندہ شیاطین و العیاذ باللہ رب العالمین کلمہ پڑھ کر اس میں شک عجیب ہے، آج نہ کھلا تو کل قریب ہے، جس دن تمام مخلوق کو جمع فرمائیں گے، سارے مجمع کا ڈولھا حضور کو بنائیں گے، انبیائے جلیل تا حضرت خلیل سب حضور ہی کے نیاز مند ہوں گے، موافق و مخالفت کی حاجتوں کے ہاتھ اُنھیں کی جانب بلند ہوں گے، اُنھیں کا کلمہ پڑھا جاتا ہو گا، اُنھیں کی حمد کا ڈنکا بجاتا ہو گا، جو آج بیاں ہے کل عیاں ہے، اُس دن جو مومن و مقرربین نور بار عشرتوں سے شادیاں رچائیں گے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا [1] (سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی۔ ت) اور جو مُبطل و منکر ہیں دلفگار حسرتوں سے ہاتھ چبائیں گے،

يَا لَيْتَنَا اطَّعْنَا اللّٰهَ وَاطَّعْنَا الرَّسُوْلَ، [2] اللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ وَلَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ

الظلمین۔

ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔ اے اللہ! ہم کو ہدایت پانے والوں میں سے بنادے اور ہمیں ظالموں کے لیے آزمائش نہ بنا۔ (ت)

گروہ معتزلہ کہ ملائکہ کرام کو حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل مانتے ہیں وہ بھی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی آلہ اجمعین کو بالیقین مخصوص و مستثنیٰ جانتے ہیں۔ ان کے نزدیک بھی حضور پر نور انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقررین و خلق اللہ اجمعین سب سے افضل و اعلیٰ و بلند و بالا علیہ صلوٰۃ المولے تعالیٰ۔ کلماتِ علمائے کرام میں اس کی تصریح، اور فقیر کے رسالہ ”اجلال جبریل یجعله خادماً للمحبوب الجمیل“ میں تحقیق و توضیح۔

أما الزمخشري فقد سفه نفسه وتبع هو سه وجهل مذهبه وتناهى في الضلال حتى لم يعلم مشربه كما نبه عليه اهل التحقيق، والله سبحانه ولى التوفيق۔

رہا زمخشری، تو وہ دل کا احمق، اپنی نفسانی خواہش کا پیروکار، اپنے مذہب سے جاہل اور گمراہی میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے، یہاں تک کہ اس کے مشرب کا پتا نہیں جیسا کہ اہل تحقیق نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اور اللہ سبحنہ و تعالیٰ توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

فقیر کو جہاں ایسے صریح مسئلے پر طلبِ دلیل نے تعجب دیا وہاں اُس کے ساتھ ہی طرزِ سوال کو دیکھ کر یہ شکر بھی کیا کہ الحمد للہ عقیدہ صحیح ہے، صرف اطمینانِ خاطر کو خواہش تو صحیح ہے، مگر اس لفظ نے بے شک حیرت بڑھائی کہ قرآن و حدیث میں دلیل نہ پائی۔ سبحان اللہ مسئلہ ظاہر، دلیلیں وافر، آیتیں متکاثر، حدیثیں متواتر۔ پھر سائل ذی علم ہو تو اطلاع نہ ملنے کی کیا صورت۔ اور جاہل بے علم ہو تو اپنے نہ پانے کی بیجا شکایت۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے مسئلہ تفصیل حضراتِ شیعین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں دلائل جلائل قرآن و حدیث سے جو اکثر بحمد اللہ استخراجِ فقیر ہیں تو بے جُز کے قریب ایک کتابِ مسٹی بہ ”منتحی التفصیل لمبحث التفصیل“ لکھی جس کے طول کو مُلّ خواطر سمجھ کر ”مطلع القمرین فی ابانۃ سبقتہ العرین“ میں اس کی تلخیص کی، پھر ہاں وہ بحثِ متناہی المقدار اور کہاں یہ بحرِ ناپیدا کنار، اللہ اللہ العظمتہ للہ۔

وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْهُ بَعْدَ سَبْعِ أَجْرٍ مَا نَفَذْتُ كَلِمَتُ اللَّهِ۔ [3]

اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو، اس کے پیچھے سات سمندر اور، تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں (ت)

بلا مبالغہ اگر توفیق مساعدا ہو اس عقیدے کی تحقیق مجلدات سے زائد ہو، مگر بقدرِ حاجت و وقتِ فرصت، قلبِ مؤمن کی تسکین و تثبیت اور منکرِ بد باطن کی تحرین و تبکیت کو صرف دس آیتوں اور سو حدیثوں پر اقتصار مطلب۔ اور اس معجزِ عجاہ مسمیٰ بہ ”قلائدِ نحور الحور من فرائد بحور النور“ کو ملحوظِ تاریخ ”تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین“ سے ملقب کرتا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب، وصلى اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وسراج افقہ والہ وصحبہ ومتبعیہ وحزبہ انہ سمیع قریب مجیب۔

اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر میرے لیے کسی چیز کی توفیق نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع لاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ درود نازل فرمائے اس پر جو اس کی تمام مخلوق سے بہتر اور اس کے افق کا سراج ہے، اور آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر اور اس کے تمام پیروکاروں پر اور اس کی جماعت پر، بے شک وہ سننے والا، قریب، دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ (ت)

یہ قلائدِ فرائد دو ہیکل پر مشتمل:

ہیکل اول میں آیاتِ جلیلہ۔

ہیکل دوم میں احادیثِ جلیلہ۔ یہ ہیکل نور افکن چار تابشوں سے روشن:

تابش اول چند وحی ربانی علاوہ آیاتِ کریمہ قرآنی۔

تابش دوم ارشاداتِ عالیہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین۔

اگر بعض کلماتِ انبیاء و ملائکہ دیکھیے متبوع کی رکاب میں تابع سمجھیے۔

تابش سوم محض و خالص طرق و روایات حدیثِ خصائص۔

تابش چہارم صحابہ کرام کے آثارِ رائقہ، اقوالِ علمائے کتبِ سابقہ، بشرائے ہوائفِ رویائے صادقہ پر مشتمل ہوں گے۔ واللہ سبحنہ ہوا المعین والحمد للہ رب العلمین (اور اللہ سبحنہ و تعالیٰ ہی مددگار ہے اور تمام خوبیاں اللہ کو جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت) ان کے سوا اقوالِ علماء پر توجہ نہ کی کہ غرض اختصار کے منافی تھی جسے ان کے بعض پر اطلاع پسند آئے۔ فقیر کے رسائل ”سُلْطَنَةُ الْمُصْطَفَى فِي مَلَكُوتِ كُلِّ الْوَدَى“ و ”قَمَرُ التَّمَامِ لِنَفِي الظَّلِّ عَنْ سَيِّدِ الْاَنَامِ“ و ”اجلالِ جبریل بجعلہ خادماً للمحبوب الجمیل“ کی طرف رجوع لائے۔ واللہ الہادی و ولی الایادی (اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دینے والا اور نعمتوں کا مالک ہے۔ ت)

پہلے اوّل میں جو اہر زواہر آیاتِ قرآنیہ

آیت اولیٰ: قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ط قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ط قَالُوا أَأَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

الْفَاسِقُونَ ۝ [4]

پہلی آیت: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: اور یاد کر اے محبوب! جب خدا نے عہد لیا پیغمبروں سے کہ جو میں تم کو کتاب و حکمت دوں، پھر تمہارے پاس آئے رسول تصدیق فرماتا اُس کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا، اور بہت ضرور اس کی مدد کرنا۔ پھر فرمایا کیا تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب انبیاء نے عرض کی کہ ہم ایمان لائے۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔ اب جو اس کے بعد پھرے گا تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔

امام اجل ابو جعفر طبری وغیرہ محدثین اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولیٰ المسلمین امیر المؤمنین جناب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی:

لَمْ يَبْعَثِ اللَّهُ نَبِيًّا مِنْ آدَمَ فَمِنْ بَعْدِهِ إِلَّا أَخَذَ عَلَيْهِ الْعَهْدَ فِي مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ بَعَثَ وَهُوَ حَيٌّ لِيَوْمٍ مَنَنْ بِهِ وَلِيَنْصَرَّتْهُ وَيَأْخُذَ الْعَهْدَ بِذَلِكَ عَلَى قَوْمِهِ۔ [5]

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہو تو وہ اُن پر ایمان لائے اور اُن کی مدد فرمائے اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے۔

اسی طرح جبر الائمہ عالم القرآن حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہوا، رواہ ابن جریر [6] وابن عساکر وغیرہما (اس کو ابن جریر اور ابن عساکر وغیرہ نے روایت کیا۔ ت) بلکہ امام بدر زکشی وحافظ عماد بن کثیر و امام الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسے صحیح بخاری* کی طرف نسبت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ونحوہ اخراج الامام ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن السدی کہا اور دہ الامام الاجل السیوطی فی الخصائص [7] الکبریٰ۔ اور اس کی مثل امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں سدی سے روایت کیا جیسا کہ امام اجل سیوطی علیہ الرحمہ نے خصائص کبریٰ میں وارد کیا ہے۔ (ت)

اس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء نشر مناقب و ذکرِ مناصب حضور سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سے رطب اللسان رہتے اور اپنی پاک مبارک مجالس و محافل ملائک منزل کو حضور کی یاد و مدح سے زینت دیتے، اور اپنی امتوں سے حضور پر نور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ رساں کنواری بتول کا ستھرا بیٹا مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ مُبَشِّرًا مَرِئَسُوْلٍ یَّأْتِیْ مَنْ بَعْدِی اَسْمُهُ اَحْمَدُ [8] (اس رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ ت) کہتا تشریف لایا۔ اور جب سب ستارے روشن مہ پارے مکمن غیب میں گئے آفتاب عالم تاب خمیت مآب نے باہر ان ہزار جاہ و جلال طلوعِ اجلال فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین وبارک وسلم دھر الدھریں [9] (اللہ تعالیٰ آپ پر اور دیگر تمام رسولوں پر ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام اور برکت نازل فرمائے۔ ت)

ابن عساکر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

لم یزل اللہ یتقدم فی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی ادم فمن بعده ولم تنزل الامم تتبایش به وتستفتح به حتی

اخرجه اللہ فی خیر امة، وفی خیر قرن وفی خیر اصحاب وفی خیر بلد۔ [10]

ہمیشہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں آدم اور ان کے بعد سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پیشگوئی فرماتا رہا، اور قدیم سے سب امتیں تشریف آوری حضور کی خوشیاں منائیں اور حضور کے توسل سے اپنے اعداء پر فتح مانگتی آئیں، یہاں تک اللہ تعالیٰ نے حضور کو بہترین امم و بہترین قرون و بہترین اصحاب و بہترین بلاد میں ظاہر فرمایا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اور اُس کی تصدیق قرآنِ عظیم میں ہے:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ [11]

یعنی اس نبی کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے، پھر جب وہ جانا پہچانا اُن کے پاس تشریف لایا منکر ہو بیٹھے تو خدا کی پھینکار منکروں پر۔

علماء فرماتے ہیں: جب یہود مشرکوں سے لڑتے دُعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ اَنْصُرْنَا عَلَيْهِم بِالْبَيْتِ الْمُبْعُوْثِ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ الَّذِيْ نَجِدُ صَفَتَهُ فِي السُّوْرَةِ۔ [12]

الہی! مدد دے اُن پر صدقہ نبی آخر الزمان کا جس کی نعت ہم تورات میں پاتے ہیں۔

اس دُعا کی برکت سے انھیں فتح دی جاتی۔

اسی بیانِ الہی کا سبب ہے کہ حدیث میں آیا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی یدہ لوانّ موسیٰ کان حیّاً الیوم ما وسعه الا ان یتبعنی۔ اخرجہ الامام احمد [13] والدارمی والبیہقی

فی شعب الایمان عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، وابو نعیم فی دلائل النبوة واللفظ له عن امیر

المؤمنین [14] عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آج اگر موسیٰ دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی (اس

کو امام احمد، دارمی اور شعب الایمان میں نبیہقی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور لفظ ابو نعیم کے ہیں۔ ت)

اور یہی باعث ہے کہ جب آخر الزمان میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے با آنکہ بدستور منصب رفیع نبوت و رسالت پر ہوں گے، حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی بن کر رہیں گے، حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے، حضور کے ایک امتی و نائب یعنی امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کیف اتم اذا نزل ابن مریم فیکم واما مکم منکم۔ اخراجہ الشیخان [15] عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
کیسا حال ہو گا تمہارا جب ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہو گا (اس کو شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور اس عہد واثق کی پوری تائید و توثیق حق عز جلالہ نے توریت مقدس میں فرمائی جس کی بعض آیتیں ان شاء اللہ تبارک و تعالیٰ اوّل ہیکل دوم میں مذکور ہوں گی۔

امام علامہ تقی الملتہ والدین ابوالحسن علی بن عبد الکافی سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ ”التعظیم والمنہ فی لتؤمنن بہ ولتنصرنہ“ لکھا۔ اور اس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں، اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں سب حضور کے امتی۔ حضور کی نبوت و رسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو شامل ہے، اور حضور کا ارشاد ”و کنت نبیا و ادم بین الروح والجسد“ [16] (میں نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام روح و جسد کے درمیان تھے۔ ت) اپنے معنی حقیقی پر ہے۔ اگر ہمارے حضور حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے زمانہ میں ظہور فرماتے، اُن پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے۔ اسی کا اللہ تعالیٰ نے اُن سے عہد لیا، اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شب اسرا تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتداء کی، اور اس کا پورا ظہور روز

نشور ہو گا جب حضور کے زیرِ لوا آدم و من سوا کا فزِ رسل و انبیاء ہوں گے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ و علیہم اجمعین۔ یہ رسالہ نہایت نفیس کلام پر مشتمل ہے جسے امام جلال الدین نے خصائصِ کبریٰ اور امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ اور ائمہ مابعد نے اپنی تصانیفِ منیعہ میں نقل کیا اور اسے نعمتِ عظمیٰ و مواہبِ کبریٰ سمجھا من شاء التفصیل فلیرجع الی کلماتہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (جو تفصیل چاہتا ہے وہ اُن کے کلمات کی طرف رجوع کرے ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ ت)

بالجملہ مسلمان بہ نگاہِ ایمان اس آیہ کریمہ کے مفاداتِ عظیمہ پر غور کرے، صاف صریح ارشاد فرما رہی ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصل الاصول ہیں، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسولوں کے رسول ہیں، امتیوں کو جو نسبتِ انبیاء و رسل سے ہے وہ نسبتِ انبیاء و رسل کو اس سیدِ اکمل سے ہے، امتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ، اور رسولوں سے عہد و پیمان لیتے ہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گرویدگی فرماؤ۔ غرض صاف صاف جتا رہے ہیں کہ مقصودِ اصلی ایک وہی ہیں، باقی تم سب تابع و طفیلی ؎

مقصود ذاتِ اوست دگر بُمُلُکِ طفیل

(مقصود ان کی ذات ہے باقی سب طفیلی ہیں۔ ت)

آیہ لتؤمننَّ بہ ولتصرنَّہ کے بعض لطائف
اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ ت) پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآنِ عظیم نے کس قدر مہتمم بالشان ٹھہرایا اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا۔

اولاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصومین ہیں۔ زہارِ حکمِ الہی کا خلاف اُن سے محتمل نہیں۔ کافی تھا کہ رب تبارک و تعالیٰ بطریق امر انھیں ارشاد فرماتا اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے اُس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ مگر اس قدر پر اکتفاء نہ فرمایا بلکہ اُن سے عہد و پیمان لیا، یہ عہدِ اکسْتُ بِرَبِّکُمْ [17] (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ ت) کے بعد دوسرا پیمان تھا، جیسے کلمہ طیبہ میں لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ت) کے ساتھ محمد رسول اللہ (محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ت) تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوائے اللہ پر پہلا فرض ربوبیتِ الہیہ کا اذعان ہے۔ پھر اس کے برابر رسالتِ محمدیہ پر ایمان، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بارک و شرف و بجل و عظم۔

ثانیاً اس عہد کو لامِ قسم سے مؤکد فرمایا:

لَسُوْ مِنْهُمْ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهُ۔ [18]

تم ضرور اس کی مدد کرنا اور ضرور اس پر ایمان لانا۔ (ت)

جس طرح نوابوں سے بیعتِ سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں۔ امام سبکی فرماتے ہیں: شاید سو گندِ بیعتِ اسی آیت سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثاً نونِ تاکید۔

رابعاً وہ بھی ثقیلہ لا کر ثقلِ تاکید کو اور دو بالا فرمایا۔

خامساً یہ کمالِ اہتمام ملاحظہ کیجیے کہ حضراتِ انبیاء ابھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں: اقرار تم کیا اس امر پر اقرار لاتے ہو؟ یعنی کمالِ تعجیل و تسخیل مقصود ہے۔

سادساً اس قدر پر بھی بس نہ فرمائی بلکہ ارشاد ہوا:

وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اٰصِرًا [19]

خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔

سابعاً علیہ یا علیٰ ہذا کی جگہ علیٰ ذلکم [20] فرمایا کہ بعد اشارت و دلیلِ عظمت ہو۔

ثامناً اور ترقی ہوئی کہ فَ اَشْهَدُ ا [21] ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کر کے مکر جانا اُن پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعاً کمال یہ ہے کہ فقط اُن کی گواہیوں پر بھی اکتفا نہ ہوئی بلکہ ارشاد فرمایا:

وَإِنَّا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ [22]

میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

عاشر اُسب سے زیادہ نہایت کاریہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد بالکلہ انبیاء کو عصمت عطا فرمائی، یہ سخت شدید تہدید بھی فرمادی گئی کہ:

فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ [23]

اب جو اس اقرار کے بعد پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔

اللہ، اللہ! یہ وہی اعتنائے تام و اہتمام تمام ہے جو باری تعالیٰ کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے:

مَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهٌ مِّنْ دُونِهِ فَلَيْكَ نَجْوَى الظَّالِمِينَ [24]

جو ان میں سے کہے گا میں اللہ کے سوا معبود ہوں اُسے ہم جہنم کی سزا دیں گے، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستکاروں کو۔

گویا اشارہ فرماتے ہیں جس طرح ہمیں ایمان کے جزء اول لا الہ الا اللہ کا اہتمام ہے یونہی جزء دوم محمد رسول اللہ سے اعتنائے تام ہے، میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول و مقتدا کہ انبیاء و مرسلین بھی اُس کی بیعت و خدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے۔

والحمد لله رب العالمین، و صلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین O اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان سیدنا محمداً عبداً و رسوله سید المرسلین و خاتم النبیین و اکرم الاولین و آخرین صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ اور اللہ تعالیٰ درود نازل فرمائے رسولوں کے سردار

محمد مصطفیٰ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ ہمارے سردار محمد مصطفیٰ اس کے خاص بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ تمام رسولوں کے سردار، تمام نبیوں میں آخری نبی اور اگلوں اور پچھلوں سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے درود و سلام ہوں اُن پر، اُن کی آل پر اور ان کے تمام صحابہ پر۔ (ت)

اس سے بڑھ کر حضور کی سیادتِ عامہ و فضیلتِ تامہ پر کون سی دلیل درکار ہے، واللہ الحجۃ البالغۃ (اور اللہ کی حجت پوری ہے۔ ت)

﴿جاری ہے۔۔۔﴾

حوالہ جات

- [1]۔ القرآن الکریم: 43 / 7۔
- [2]۔ القرآن الکریم: 66 / 33۔
- [3]۔ القرآن الکریم: 27 / 31۔
- [4]۔ القرآن الکریم: 81 / 3۔
- [5]۔ المواہب اللدنیۃ، عن علی، المقصد الاول اخذ العہد علی الانبیاء، المکتب الاسلامی بیروت 1 / 66۔
- جامع البیان (تفسیر الطبری) 3 / 81، دار احیاء التراث العربی بیروت 3 / 387۔
- [6]۔ جامع البیان (تفسیر الطبری) 3 / 81، دار احیاء التراث العربی بیروت، 3 / 387۔
- * قال الزرقانی قال الشامی ولم اظفر بہ فیہ 12 منہ۔ زرقانی نے کہا: شامی نے فرمایا ہے کہ میں اس کو صحیح بخاری میں نہیں پاسکا۔ (ت)
- [7]۔ الخصائص الکبریٰ، باب خصوصیتہ باخذ الميثاق علی النبیین الخ، مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات ہند 1 / 8۔
- [8]۔ القرآن الکریم 61 / 6۔

- [9]۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، المقصد الاول، دار المعرفۃ بیروت، 1 / 40۔
- [10]۔ الخصائص الکبریٰ، بحوالہ ابن عساکر باب خصوصیتہ باخذ الميثاق الخ، مرکز البلسنت گجرات ہند 1 / 8 و 9۔
- [11]۔ القرآن الکریم 2 / 89۔
- [12]۔ الدر المنثور، تحت الآیۃ 2 / 89، دار احیاء التراث العربی بیروت 1 / 196۔
- [13]۔ مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ، المکتب الاسلامی بیروت، 3 / 387۔
- [14]۔ دلائل النبوة لابن نعیم، الفضل الاول، عالم الکتب بیروت، الجزء الاول، ص: 8۔
- [15]۔ صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب نزول عیسیٰ بن مریم، قدیمی کتب خانہ کراچی 1 / 490۔
- صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب نزول عیسیٰ بن مریم، قدیمی کتب خانہ کراچی 1 / 87۔
- [16]۔ المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، دار الفکر بیروت، 2 / 609۔
- کنز العمال، بحوالہ ابن سعد، حدیث 31917 و 32118 مؤسسة الرسالہ بیروت 11 / 409 و 450۔
- [17]۔ القرآن الکریم 7 / 172۔
- [18]۔ القرآن الکریم: 3 / 81۔
- [19]۔ القرآن الکریم: 3 / 81۔
- [20]۔ القرآن الکریم: 3 / 81۔
- [21]۔ القرآن الکریم: 3 / 81۔
- [22]۔ القرآن الکریم: 3 / 81۔
- [23]۔ القرآن الکریم: 3 / 82۔
- [24]۔ القرآن الکریم: 3 / 29۔

رضویات اور شرفِ ملت

ڈاکٹر ممتاز احمد سدید ازہری

ہمارے ایک فاضل دوست نے شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کی ایک کتاب کا ترجمہ کیا تو والد گرامی شرفِ ملت علامہ محمد عبد الحکیم قادری شرف قادری علیہ الرحمہ سے مقدمہ کے لئے درخواست کی، چند دنوں بعد میں نے انہیں حضرت والد گرامی کا لکھا ہوا مقدمہ پہنچایا تو انہوں نے مقدمہ پڑھنے کے بعد حوصلہ افزائی کے کلمات پر خوشی کا اظہار کیا اور پھر وہ مقدمہ میں امام اہل سنت سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ الرضوان کے ذکرِ خیر اور شیخ اکبر کے متعلق آپ کے کلمات پڑھ کر مسکراتے ہوئے کہنے لگے: ”حضرت شرف صاحب کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے ایسی بے پناہ محبت ہے کہ اگر اُن سے کھانے پکانے کی ترکیبوں پر مشتمل کسی کتاب پر مقدمہ لکھوایا جائے تو وہ اُس میں بھی کسی نہ کسی حوالے سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا تذکرہ فرمادیں گے۔“ اور پھر وہ کہنے لگے: ”ایسا ہونا بھی چاہیے کیونکہ اغیار نے اپنے نام نہاد علما کے نام اور اُن کے چھوٹے چھوٹے کام بڑھا چڑھا کر بیان کر کے غلط بنیادوں پر نہ صرف لوگوں کی ذہن سازی کی ہے بلکہ انتہائی دیدہ دلیری اور مہارت سے تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔“

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کو سیّدی اعلیٰ حضرت سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ وہ فکرِ سیّدی اعلیٰ حضرت کے پرکار بند تمام علما اور مشائخ کو محبت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، خواہ وہ کسی سلسلہ طریقت سے تعلق رکھتے ہوں۔ اور کسی بھی سنی عالم کے شاگرد ہوں اُن کے سامنے کبھی کسی نے فکرِ اعلیٰ حضرت پر کاربند کسی عالم کے بارے میں لب کشائی کی کوشش کی تو اُنہوں نے اُسے منع کر دیا۔ وہ اس سلسلے میں کسی قسم کی زور عایت کے قائل نہیں تھے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں اُن کے سامنے رضویات کے ناشر ایک رسالے کے بارے میں کہہ بیٹھا: ”اس رسالے کا کوئی ادبی معیار نہیں ہے۔“ تو حضرت والد صاحب نے مجھے ڈانٹ دیا، اس ڈانٹ کا مفہوم مجھے اُس وقت تو سمجھ نہ آیا مگر اُن کے وصال کے بعد دیگر کئی حقائق کے ساتھ منکشف ہوا، ایک مرتبہ میں اُن کے سامنے کہہ بیٹھا: ”فلاں صاحب کے بارے میں کسی نے یہ کہا تھا۔“ تب انہوں نے فرمایا: ”ایسی بات نہیں کہتے۔“ میں نے گزارش کی: ”میں تو کسی کی بات نقل کر رہا ہوں۔“ فرمانے لگے: ”ایسی بات کو نقل کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔“

ایک مرتبہ مجھے فرمانے لگے: ”سیدی اعلیٰ حضرت، علامہ فضل حق خیر آبادی اور علماء و مشائخ اہل سنت سے محبت اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لئے ہی ہے نا؟ کسی خونی رشتے اور دنیاوی منفعت کے لئے تو نہیں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ، اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیتِ عظام اور صحابہ کرام، علمائے دین اور اولیا صالحین کی محبت پر مشتمل مسلکِ اعلیٰ حضرت سے وابستہ ہر عالم میرے لیے قابلِ احترام ہے خواہ وہ کسی بھی پیر کا مرید اور کسی بھی عالم کا شاگرد ہو، ”تذکرہ اکابرِ اہل سنت“، ”نور نور چہرے“، اور ”عظمتوں کے پاسان“ تینوں کتابوں میں اہل سنت و جماعت کے راستے پر گامزن علماء و مشائخ کے تذکرے کسی تفریق کے بغیر نظر آئیں گے، یہی بات مختلف کتابوں کے انتساب میں بھی دیکھنے کو ملے گی۔“

اُن کی شدید خواہش تھی کہ عربی زبان میں اہل سنت کے علماء و مشائخ کا تذکرہ مرتب کر کے بیروت سے شائع کروایا جائے۔ اس سلسلے میں انہوں نے مجھے بارہا تاکید بھی فرمائی مگر میں شدید خواہش کے باوجود ابھی تک اس کام کا آغاز نہیں کر سکا، میں نے حضرت والد گرامی کی تصنیفِ لطیف ”اندھیرے سے اجالے تک“ کا ترجمہ شروع کر رکھا ہے ان شاء اللہ اس سے فراغت کے بعد عربی میں علماء و مشائخِ اہل سنت کے تذکرے کا بھی آغاز کروں گا۔

حضرت والد گرامی کی ایک خاص دعا کی برکت سے مجھ پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہوا کہ اُس بے نیاز اور کریم مالک نے مجھے الازہر یونیورسٹی، قاہرہ میں تعلیم حاصل کرنے اور پھر اپنے ایک مقبول بندے حسان الہند سیدی اعلیٰ حضرت کی عربی شاعری پر ایم اے (عربی زبان و ادب) کا مقالہ لکھنے کی سعادت عطا فرمائی جو زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ فضل حق خیر آبادی کی عربی شاعری پر پی ایچ ڈی (عربی زبان و ادب) کا مقالہ لکھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ یہ مقالہ ابھی منتظرِ اشاعت ہے۔ حضرت والد گرامی رحمہ اللہ 16 فروری 2004ء کو پی ایچ ڈی (عربی زبان و ادب) کے لیے پیش کیے گئے مقالے کے وائیا کی کاروائی سننے اور دیکھنے کے لیے قاہرہ تشریف لائے تو وائیا کے بعد اُن کی خوشی دیدنی تھی۔ اس موقع پر انہوں نے اپنے جذبات کو الفاظ کا پیر ہن یوں پہنایا:

”الحمد لله صمد الشاکرین ، والصلاة والسلام على افضل الأنبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه أجمعين - اما بعد:

میرے لیے یہ لمحہ کتنی مسرت اور شادمانی کا ہے کہ میرے عزیز از جان بیٹے ممتاز احمد سدید حفظہ اللہ تعالیٰ عالم اسلام کی عظیم ترین یونیورسٹی مینارہ علم و نور جامعہ ازہر شریف سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ اس موقع پر ربِّ کریم کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے، اگر ہر بن موزبان بن جائے اور شب و روز کے ہر لمحے میں ربِّ عظیم و جلیل کی بارگاہ میں ہدیہ سپاس پیش کرے تو اُس کریم کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ راقم نے عملی میدان میں قدم رکھنے کے بعد دو شخصیات پر خاص کام کیا:

- (1) امام اہل سنت امام احمد رضا خاں بریلوی
- (2) بطل حریت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہما اللہ تعالیٰ

قُرَّةُ الْعُیُون اور راحتِ جاں ممتاز احمد سدید نے ان دونوں حضرات پر مقالہ لکھ کر انہیں بین الاقوامی سطح پر متعارف کروانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے! یاد رہے کہ پاک و ہند کے جانبدار مورخین نے دانستہ ان حضرات کو نظر انداز کیا اور اگر کہیں ان کا ذکر کیا بھی تو سوچے سمجھے پروگرام کے تحت ان کی شخصیت کو مجروح کرنے سے گریز نہیں کیا؛ لیکن، حق کو زیادہ دیر تک چھپایا نہیں جاسکتا، اللہ تعالیٰ نے انہیں بین الاقوامی پلیٹ فارم پر اس طرح متعارف کروایا کہ ان کا شہرہ دور دور تک پہنچا۔ فالحمد للہ رب العالمین اولادِ آخر۔“

حضرت والدِ گرامی نے راقم الحروف کو وصیت میں بھی اس حوالے سے تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

”فقیر کے پروگرام کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اور علامہ فضل حق خیر آبادی کے بارے میں آپ نے آگے بڑھایا اور قابلِ قدر حد تک آگے بڑھایا، مولائے کریم قبول فرمائے، اس کے بعد حدیث، تفسیر اور تذکرہ علما کے سلسلے میں کام کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔“

اس طرح انہوں نے میرے دل میں بھی امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کی وہ محبت نہایت خوش اُسلوبی سے منتقل فرمادی جو خود ان کے اپنے دل میں فروزاں تھی۔ ایک مرتبہ مجھے فرمانے لگے:

”علمی دنیا میں مجھ سے کہیں بڑی شخصیات موجود ہیں مجھے جو عزت، شہرت اور محبت ملی ہے سب اعلیٰ حضرت کی بدولت ملی ہے۔“

حضرت شرفِ ملت نے ہندوستان اور پاکستان بلکہ عرب علماء سے بھی اجازتِ حدیث حاصل کیں پھر علمائے عرب و عجم کی ان اجازات کو ”الجواهر الغالیۃ من الأسانید العالیۃ“ کے نام سے مرتب فرمایا، اس مجموعے میں شامل کثیر اسانید پاک و ہند کے مختلف علماء و مشائخ کے ذریعے سیدی اعلیٰ حضرت تک پہنچتی ہیں، جبکہ علم و فضل اور تقویٰ کے پیکر، مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ کے ذریعے آپ کی سندِ حدیث فقط ایک واسطے سے سیدی اعلیٰ حضرت تک پہنچتی ہے، علاوہ ازیں برصغیر کے دیگر علماء و مشائخ کے ذریعے بھی یہ سندیں سیدی اعلیٰ حضرت تک پہنچتی ہیں۔ حضرت شرفِ ملت نے اسانید کے ساتھ شامل کئے گئے ملحق میں ذکر کیا ہے کہ ان کے بیس عرب مشائخ کے ذریعے بھی ان کی کثیر اسانید سیدی اعلیٰ حضرت تک پہنچتی ہیں، ان مشائخ کا تعلق مصر، سوریا، کویت، عراق اور سعودی عرب سے ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے: ”لوگوں نے اپنے علماء اور مشائخ کے نام اسانیدِ حدیث اور ان کے حالاتِ عربی تذکروں کے ذریعے عرب علماء تک پہنچا دیے ہیں؛ جبکہ ہمارے عظیم القدر علماء اور مشائخ کا ذکر خیر یا تو عرب دنیا تک پہنچایا ہی نہیں یا پھر ان حضرات کی شخصیتوں کو بری طرح مسخ کر کے پہنچایا گیا۔ حضرت شرفِ ملت کی خواہش تھی کہ وہ عربی میں اپنے پاکستانی اور ہندوستانی شیوخِ اجازت کے حالات مرتب کریں نیز اسانیدِ حدیث میں آنے والی ایسی شخصیات کا صحیح علمی تعارف کروائیں جنہیں اغیار نے یا تو نظر انداز کیا یا پھر ان کے ساتھ نا انصافی برتی ہے، انہوں نے ”سیدی اعلیٰ حضرت بحیثیت محدث“ کے عنوان سے ایک وقیع عربی مقالہ تحریر کیا تھا جو ”الجواهر الغالیۃ“ میں طبع ہو چکا ہے۔ ان کا یہ مجموعہ اسانیدِ عرب دنیا کے کثیر محدثین تک پہنچ چکا ہے۔

وہ سیدی اعلیٰ حضرت کی لکھی ہوئی نعتیں سنتے تو جھوم جھوم جاتے، لیکن اگر نعت پڑھنے والے نے کسی لفظ کی کمی بیشی کر دی یا سلامِ رضا میں کسی غیر معیاری شعر کا اضافہ کر دیا تو بہت ناخوش ہوتے مگر نعت پڑھنے والے کو نرمی سے تنبیہ فرماتے تھے۔ اگر کسی نے آداب سے خالی اور غیر معیاری نعت پڑھی تو اس کی بھی اچھے پیرائے میں اصلاح کر دیتے تھے، انہوں نے اپنی حیاتِ مستعار کے آخری ایام میں بعض معمولات اور رجحانات کی اصلاح اور فکرِ آخرت بیدار کرنے کے لیے ”خدا کو یاد کر پیارے“ کے عنوان سے ایک مختصر حجم کی کتاب تصنیف فرمائی، اور یہ نام بھی سیدی اعلیٰ حضرت کے درج ذیل شعر سے لیا:

اندھیرا گھر، اکیلی جان، دم گھٹتا، دل آکتاتا

خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

جب ”البدیلہ“ نامی کتاب کے ذریعے سیدی اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور قرآن و حدیث کی بنیادوں پر استوار ہونے والے آپ کے مسلک پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی گئی تو حضرت استاد گرامی نے اندھیرے سے اُجالے تک، شیشے کے گھر اور ”من عقائد اہل السنہ“ کے ذریعے ان الزامات کے سنجیدہ اور متین جوابات دیے۔ یہ تینوں کتب لاہور سے طبع ہونے کے بعد بمبئی سے بھی شائع ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت شرفِ ملت نے سیدی اعلیٰ حضرت کے حوالے سے کئی اردو مقالات لکھے جو مقالاتِ رضویہ کے نام سے پاکستان اور ہندوستان میں شائع ہو چکے ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت کی بعض تصنیفات اور آپ کے حوالے سے لکھی گئی بعض کتب پر لکھے ہوئے اپنے مقدمات کو حضرت شرفِ ملت نے شدید علالت کے باوجود جمع فرمایا جنہیں ہمارے فاضل دوست محترم عبدالستار طاہر صاحب نے حضرت صاحب کی ہدایت پر مقدماتِ رضویہ کے نام سے مرتب کیا۔ آپ نے پوری توجہ سے ان دونوں کتابوں کی پروف ریڈنگ خود بھی کی اور ان کی ترتیب کے سلسلے میں بھی نہایت توجہ سے مقالات اور مقدمات کی فہرستوں میں اصلاحات اور ترامیم کیں، یہ دونوں کتابیں آپ کے قائم کردہ ادارے مکتبہ قادریہ کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں جب کہ رضویات کے حوالے سے آپ کے عربی مقالات اور مقدمات زیرِ ترتیب ہیں۔

حضرت شرفِ ملت نے اپنے طویل تدریسی تجربے، عربی و اسلامی علوم میں مہارت اور اردو زبان پر دسترس کے ساتھ انوار القرآن کے نام سے مؤرخہ 30 جمادی الآخرہ 1419ھ بمطابق 22 اکتوبر 1998ء کو قرآنِ کریم کے اردو ترجمہ کا آغاز کو فرمایا اور اُسے اپنے وصال سے تقریباً چھ ماہ قبل مؤرخہ 24 محرم الحرام 1428ھ بمطابق 13 فروری 2007ء کو مکمل کیا۔ کئی تراجم اور تفاسیر سامنے رہتی تھیں مگر پھر بھی کنز الایمان شریف ہر آیت کے ترجمے کے وقت پیش نظر رہتا تھا، میرے سامنے کسی نے حضرت والد صاحب سے کہا: ”اتنے قرآنی تراجم کے باوجود آپ نے نیا ترجمہ کیوں کیا؟ آپ اتنے وقت میں کوئی اور کام کر لیتے۔“ شاید کہنے والے کا خیال تھا کہ یہ ترجمہ پچھلے تراجم کی صدائے بازگشت کے علاوہ کچھ نہ ہوگا، حضرت والد صاحب چاہتے تو اُن صاحب کو اپنے ترجمہ قرآن کی خصوصیات گنوا سکتے تھے، مگر وہ اپنے کام کا اجر گنوانا نہیں چاہتے تھے انہوں نے انتہائی عجز و انکسار کے ساتھ فرمایا: ”میرا یہ ترجمہ لوگوں کے علم میں اضافے کا باعث تو شاید نہ ہو مگر میرے اپنے علم میں اضافے اور میرے لیے روحانی طمانیت کا باعث ضرور ہے۔“ اس کے علاوہ آپ فرمایا کرتے تھے: ”مجھ پر قرآنِ کریم کے جو مفاد ہم ترجمہ کرتے ہوئے کھلے پہلے منکشف نہیں ہوئے تھے۔“

انہوں نے امام اہل سنت اور دیگر علمائے اہل سنت کی کتب کی اشاعت کے لئے 1960ء میں اپنے محدود وسائل کے ساتھ مکتبہ رضویہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا اور متعدد کتب شائع کیں۔ 1968ء میں ہری پور ہزارہ تشریف لے گئے تو رضوی لٹریچر کی اشاعت کا سلسلہ وہاں بھی جاری رہا۔ یہاں سے سیدی اعلیٰ حضرت کی تین تصنیفات الحجۃ الفائحہ، اتیان الارواح اور شرح الحقوق اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیں۔ یہی نہیں بلکہ ہری پور کی سر زمین پر آپ کی کوششوں سے پہلی مرتبہ یومِ رضا بھی منایا گیا۔ شرفِ ملت نے ہری پور میں قیام کے دوران ہی سیدی اعلیٰ حضرت کی فارسی تصنیف ”الحجۃ الفائحہ“ کے اردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کے میدان میں قدم رکھا، اور پھر اپنی پہلی تصنیف ”یادِ اعلیٰ حضرت“ کے ساتھ نہ صرف تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا بلکہ اُسے خود ہی شائع بھی کیا۔

ہری پور میں چار سال قیام کے بعد 1971ء میں چکوال تشریف لائے اور وہاں بھی تدریس کے ساتھ ساتھ امام اہل سنت کی تصنیفات راد القحط والوباء، أعزالا کتناہ اور غایۃ التحقيق شائع کیں، نیز 1973ء میں یومِ رضا و فضلِ حق خیر آبادی منایا۔ ان دونوں حضرات سے والہانہ محبت حضرت شرفِ ملت کے رگ و ریشہ میں سمائی ہوئی تھی۔

1973ء میں جامعہ نظامیہ لاہور تشریف لائے تو یہاں مکتبہ قادریہ قائم کیا اور سیدی اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کے علاوہ اپنی اور دیگر علمائے اہل سنت کی کتب تراجم اور حواشی شائع کیے، اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے کئی نایاب کتب شائع کیں، خاص طور پر دو کتابوں کا ذکر کرنا چاہوں گا، آپ نے علامہ فضلِ حق خیر آبادی کی تصنیف ”باغِ ہندوستان“ اور سیدی اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مجاز مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی ”المبین“ شائع کیں، اور پھر یہ دونوں کتابیں ہندوستان میں الجمع الاسلامی مبارکپور کی طرف سے بھی شائع ہوئیں، اس کے علاوہ بعض اہل علم حضرات کے ساتھ آپ کی مراسلت اور تبادلہ کتب کی وجہ سے ہندوستان میں بھی رضوی لٹریچر کی اشاعت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ آپ کا قائم کردہ مکتبہ قادریہ فقط ایک اشاعتی ادارہ ہی نہ تھا بلکہ ایک اشاعتی تحریک بھی تھا، اور یہ تحریک سیدی اعلیٰ حضرت اور قرآن و حدیث پر مبنی آپ کے مسلکِ محبت پر گامزن علما و مشائخ کی نایاب تحریروں کو شائع کرنا، نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا تھا۔ میں سوچتا ہوں تو مجھے حیرت ہوتی ہے کہ دینی ادارے میں تدریسی خدمات سرانجام دینے والے ایک استاد کے مالی وسائل آخر ہوتے ہی کتنے ہیں! پھر یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ میں نے جب بھی اس حوالے سے سوچا ہے مجھے یوں لگا جیسے کوئی مجھے کہہ رہا ہو: ”جب زندگی کا کوئی مقصد متعین ہو جائے تو ایسے ناقابلِ یقین کارنامے سرزد ہو ہی جاتے ہیں۔“ حضرت شرفِ ملت

کو امام اہل سنت کی شخصیت اور آپ کے دینی مشن سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔ ایک مقبول خدا و منظورِ نظر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے آپ سے یہ ناقابلِ یقین خدمات لے لیں۔

حضرت شرفِ ملت کا امام اہل سنت کے حوالے سے مصروفِ عمل اداروں کے ساتھ گہرا رابطہ رہا۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور کی طرف سے آپ کی تصانیف ”اندھیرے سے اُجالے تک“، ”شینے کے گھر“، ”سوانح سراج الفقہاء“ وغیرہ شائع ہوئیں، اس کے علاوہ مجلس کی طرف سے آپ کے مقدمے کے ساتھ، سیدی اعلیٰ حضرت کی تصنیف اعلیٰ العطایان فی الاصلاح والزوايا، الوسائل الرضویہ، رسالہ فی علم الجفر، الجواز الدیانی علی البتد القادیانی وغیرہ شائع ہوئیں، جبکہ حضرت شرفِ ملت کے مقدمے کے ساتھ مولانا محبوب علی خان کی تصنیف ”فیصلہ مقدسہ“ پروفیسر رفیع اللہ صدیقی کی تصنیف ”فاضل بریلوی کے معاشی نکات“ بھی شائع ہوئیں۔ پھر 1987ء جب رضا اکیڈمی (لاہور) کے نام سے ایک اور ادارہ قائم ہوا تو اُس کے ساتھ بھی آپ کا بے لوث تعاون جاری رہا۔

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے بانی حضرت سید ریاست علی قادری رحمہ اللہ کے ساتھ ادارہ تحقیقات کے قیام سے پہلے بھی مراسم تھے اور ادارے کے قیام کے بعد بھی اُن سے رابطہ رہا۔ اُن کے وصال کے بعد عالمی سطح پر فکرِ رضا کے فروغ کے لیے کوشاں حضرت سید وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی اور ماہرِ رضویات و مجددیات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ بھی اخلاص اور للہیت پر مبنی مراسم قائم رہے۔

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا (کراچی) نے امام احمد رضا کا نفرنس لاہور 1991ء میں شرفِ ملت کو رضویات کے فروغ میں اُن کی مخلصانہ خدمات پر گولڈ میڈل کے ذریعے خراجِ تحسین پیش کیا۔ یہ میڈل عالمِ اسلام کی عظیم علمی اور روحانی شخصیت سید یوسف ہاشم رفاعی مدظلہ (کویت) نے حضرت شرفِ ملت رحمہ اللہ کو اپنے دستِ مبارک سے عنایت فرمایا۔ حضرت شرفِ ملت نے 9 اپریل 2005ء کو ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا (کراچی) کے زیرِ انتظام منعقد ہونے والی انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس کے ایک سیشن کی صدارت کی، انہوں نے کراچی کے ایک سفر کے دوران مجھے فرمایا: ”میں جب بھی کراچی آتا ہوں تو ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا ضرور جاتا ہوں اور حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے لازماً ملتا ہوں۔“

حضرت شرفِ ملت رحمہ اللہ 1999ء میں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے صدر حضرت سید وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی کے ہمراہ ادارہ تحقیقات کی طرف سے سترہ روزہ دورے پر قاہرہ تشریف لے گئے تو وہاں اہل بیتِ عظام اور اولیائے کرم کے مزارات پر حاضری دی، علماء مشائخ اور ادبا سے ملاقاتیں کیں اور ان سے امام اہل سنت کا تعارف کروایا، بعض حضرات کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اجازت و خلافت بھی عنایت فرمائی، نیز مصری اہل علم کو ادارے کا شائع کردہ لٹریچر پیش کیا۔ اس دوران الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف عربک اینڈ اسلامک سٹڈیز میں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی طرف سے تین مصری دانشوروں کے اعزاز میں ایک مختصر مگر انتہائی اہم تقریب منعقد ہوئی جس میں پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، نیپال، برما اور سری لنکا کے علاوہ مصری طلبہ کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی۔ اس پروگرام تقریب میں حدائقِ بخشش کو نظم کے سانچے میں ڈھالنے والے ہفت زبان محقق اور عظیم شاعر ڈاکٹر حسین مجیب مصری رحمہ اللہ، الازہر یونیورسٹی میں ایم اے عربی (زبان و ادب) کے لیے لکھے گئے راقم الحروف (متناز احمد سعیدی) کے عربی مقالے ”الامام احمد رضا خان البریلوی الہندی شاعر عربی“ کے نگران ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس حفظہ اللہ، امام اہل سنت کے عربی دیوان ”بساتین الغفران“ کے مرتب اور ”الامام احمد رضا والعالم العبدی“ کے مصنف ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ کو ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا (کراچی) کی طرف سے گولڈ میڈل پیش کیے گئے، اس تقریب کی روئیداد حضرت شرفِ ملت کی تصنیف ”مکرم ثلاثیہ من علماء الازہر“ میں شائع ہو چکی ہے جس کا اردو ترجمہ ”تین مصری دانشوروں کے اعزاز میں“ کے عنوان سے مقالاتِ شرف قادری میں طبع ہو چکا ہے۔

استاذ العلماء مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے فتاویٰ رضویہ کی تحقیق اور جدید طباعت کا سلسلہ ہوا تو شرفِ ملت نے اپنے استاد محترم حضرت مفتی صاحب کو بھی اپنی خدمات پیش کیں، فتاویٰ رضویہ کی پہلی اور چودھویں جلد پر مقدمہ تحریر کیا، نیز رضا فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی سیدی اعلیٰ حضرت کی تصنیف برکات الامداد اور حیات الموات پر واقع مقدمے تحریر کیے۔ استاد محترم علامہ عبدالستار سعیدی حفظہ اللہ نے مجھ سے ایک ملاقات میں فرمایا: ”حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ کے وصال کے بعد فتاویٰ رضویہ کی ایک عربی عبارت کے ترجمے میں دقت پیش آرہی تھی کیونکہ وہ عبارت طباعت کے مرحلے میں کچھ یوں چھپی کہ اُسے پڑھنا مشکل ہو رہا تھا اس لئے انہوں نے یہ صفحہ اپنے استاد حضرت شرفِ ملت کو پیش فرمایا تو اُس وقت ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی جب شرفِ ملت کے قلم سے یہ عبارت اور اس کا اردو ترجمہ ان تک پہنچا۔ جب پوچھا گیا کہ اس غیر

واضح عبارت کو کیسے پڑھا؟ تو حضرت شرفِ ملت نے بہت سادگی سے جواب دیا: ”ایصالِ ثواب کرنے کے بعد سیدی اعلیٰ حضرت کی توجہ طرف توجہ کی تو آپ کی روحانی برکت سے یہ مبہم عبارت خود بخود واضح ہوتی گئی۔“

یوں تو شرفِ ملت نے سیدی اعلیٰ حضرت کے حوالے سے کئی کانفرنسز میں مقالات پڑھے مگر دو مقالے قابلِ ذکر ہیں، پہلا مقالہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامیہ (اسلام آباد) کے زیرِ اہتمام 5 اکتوبر کو منعقد ہونے والی امام ابو حنیفہ کانفرنس میں ”فی ظلال الفتاویٰ الرضویہ“ کے عنوان سے پیش کیا۔ جبکہ دوسرا مقالہ ”امام احمد رضا خان فی میزان الانصاف“ کے عنوان سے فقط ایک دن کے نوٹس پر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اُس وقت لکھا اور پیش کیا جب انہیں بتایا گیا کہ اسلام آباد کے ہوٹل ”ہالی ڈے ان“ میں 11 مارچ 1997ء کو امام احمد رضا کانفرنس کا اعلان کیا گیا تھا جس میں انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے دو سے اڑھائی سو غیر ملکی طلبہ کی شرکت متوقع ہے اور مہمان مقرر انتہائی ناگزیر وجوہات کی بنا پر اس پروگرام میں شرکت سے معذور ہیں، اس کانفرنس میں انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے مصری وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر احمد العسال اور اسی یونیورسٹی میں قائم شعبہ عربی کے مصری چیئر مین پروفیسر ڈاکٹر رجا جبر نے بھی اظہارِ خیال کیا۔ اس طرح منتظمین کی محنت ضائع ہونے سے بچ گئی اور فکرِ رضا اتنے کثیر لوگوں تک پہنچ گئی۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔

رضویات کے فروغ میں حضرت شرفِ ملت کی خدمات کے حوالے سے علامہ منظر الاسلام ازہری لکھتے ہیں:

”ہندوپاک اور جامعہ ازہر شریف مصر میں امام اہل سنت پر ریسرچ کرنے والے کسی بھی شخص نے آپ سے رہنمائی طلب کی تو آپ نے نہ صرف اُس کی حوصلہ افزائی کی بلکہ مصادر و مراجع کی نشاندہی بھی کی بلکہ حسبِ استطاعت مراجع مہیا بھی فرمائے، اس کے علاوہ برصغیر ہندوپاک میں امام احمد رضا فاضل بریلوی پر کام کرنے والے اداروں کے ساتھ بڑا فعال رابطہ بھی رکھا جس کی بدولت بڑے علمی کام ہوئے۔ راقم کو پتہ چلا کہ مصر میں رضویات کی بنیاد بھی آپ ہی کے ہاتھوں پڑی وہ اس طرح کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مبارز ملک مرحوم 1989ء میں اردو پڑھانے کے لئے الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لینگویجز اینڈ ٹرانسلیشن میں قائم شعبہ اردو میں بھیجے گئے تو حضرت علامہ شرف قادری نے اُن کے ذریعے امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کی حیات و خدمات کے متعلق کچھ کتب شعبہ اردو کے اساتذہ کے لیے ارسال کیں، انہی کتب کے ذریعے جناب ڈاکٹر حازم محمد محفوظ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کی ہمہ جہت شخصیت سے متعارف ہوئے اور انہوں نے فاضل بریلوی پر عربی زبان میں کئی کتابیں لکھیں، مضامین لکھے اور لکھوائے۔“

الازہر یونیورسٹی (قاہرہ) میں قائم شعبہ اردو میں اردو زبان و ادب کے مصری استاد جناب ڈاکٹر حازم محمد محفوظ 1995ء میں پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں وزٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے تشریف لائے تو انہوں نے رضویات کی تاریخ میں پہلی مرتبہ امام اہل سنت کا عربی دیوان بساتین الغفران کے نام سے مرتب کیا جسے مکمل ہونے پر حضرت شرفِ ملت نے دقیق نظر ثانی کے بعد چند اداروں کے تعاون سے مکتبہ قادریہ کی طرف سے شائع کرنے کا اعزاز حاصل کیا، اس دوران ڈاکٹر حازم کا مختلف اہل علم سے رابطہ رہا۔ وہ حضرت شرفِ ملت کے بارے میں کہتے ہیں:

”میں پاکستان میں اہل سنت کے اکابر علما میں سے ایک شخصیت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری کا عظیم احترام کے ساتھ خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے کثیر مخطوطات اور مصادر و مراجع کے ساتھ میری ایسی معاونت فرمائی جس کا اس دیوان پر گہرا اثر تھا، اگر اُن کی یہ معاونت نہ ہوتی تو شاید یہ دیوان موجودہ صورت میں مکمل نہ ہوتا، انہوں نے اپنی اُس اخلاص والی معاونت میں کبھی بخل نہیں کیا جو اُن کے اعلیٰ اخلاق، مضبوط اور سچے ایمان کے ساتھ ساتھ امام اہل سنت امام اکبر مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان کے ساتھ مخلصانہ محبت پر دلالت کرتی ہے، آپ کی اہل سنت اور امام اکبر مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں کے عقائد کے دفاع میں لکھی ہوئی کثیر عربی، فارسی اور اردو تصنیفات امام اہل سنت کے ساتھ مخلصانہ محبت کی بہترین دلیل ہیں، شاید اس سلسلے میں آپ کی بہترین کتاب ”من عقائد اہل السنہ“ ہے جو بار بار پڑھے جانے کے قابل ہے۔“

ایک اندازہ ہے کہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی محبت نے حضرت شرفِ ملت کے دل میں زمانہ طالب علمی ہی سے گھر کر لیا تھا اور اس نعمت کی برکت سے انہیں تقویٰ کا نور حاصل رہا۔ ہمارے فاضل دوست علامہ عبد الغفور گولڑوی حفظہ اللہ بتاتے ہیں: ”یہ 1960ء کی بات ہے کہ میں بندیال شریف میں استاذ العلماء ملک المدر سین علامہ عطا محمد گولڑوی بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس زیر تعلیم تھا اُس وقت استاد شرف صاحب بھی وہیں زیر تعلیم تھے تب میں نے اُن سے گلستان پڑھی اور پھر مجھے اُن سے ایسا لگاؤ ہوا کہ میں اُن کی وہاں سے فراغت کے بعد بھی ہری پور میں بھی اُن کے علم و فضل سے خوشہ چینی کرتا رہا۔ میں نے انہیں 1960ء سے لے کر اُن کی زندگی کے آخری ایام تک ہمیشہ شریعت پر عمل پیرا، علم و عمل، عجز و انکسار، صبر و شکر اور اخلاص کا پیکر پایا۔“

شرفِ ملت کے تقویٰ پر روشنی ڈالنے والے ان کلمات کے بعد میں پھر سے اُسی بات کی طرف لوٹتا ہوں جس کا آغاز کیا

تھا۔ حضرت شرفِ ملت نے انتہائی جانفشانی سے علم حاصل کیا اور علم و عمل کے حسین پیکر بنے اور پھر تدریس کے میدان میں قدم رکھا اور قال اللہ و قال الرسول کا سلسلہ بھی شروع کر دیا، اور پھر ”قال“ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت حاصل ہونے کے بعد 1970ء میں ”حال“ کی نعمت حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا تو نگاہِ انتخاب ایک ایسی شخصیت پہ جاٹھری جس کی رگوں میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خون رواں تھا، چہرے پر علم و عمل اور تقویٰ کا نور تھا، اور اس بات نے شرفِ ملت کے اشتیاق کو تیز تر کر دیا کہ اُن کے مدوح کی آنکھیں امامِ اہل سنت کی زیارت سے شاد کام ہوئی تھیں، نیز اُن کا ہاتھ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے دستِ مبارک سے مَس ہوا تھا، اور انہیں امامِ اہل سنت سے اجازت و خلافت بھی عطا ہوئی تھی۔ شرفِ ملت بیعت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”فقیر قادری دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور، ہزارہ میں صدر مدرس تھا، مجھے شوق پیدا ہوا کہ کسی مرشدِ کامل کے ہاتھ پر بیعت کی جائے، سوچ بچار کے بعد نگاہِ سید صاحب (سراجِ الاتقیاء علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ) پر ٹھہر گئی جو علم و عمل کا پیکر جمیل اور اعلیٰ حضرت امامِ اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ بھی تھے۔ چنانچہ لاہور حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی تو فرمایا: ”پرسوں آنا۔“ (مشائخ کا طریقہ رہا ہے کہ فوراً بیعت نہیں کرتے تھے تاکہ معلوم ہو جائے کہ طلبِ صادق ہے یا نہیں) راقم آپ کی نوازشات کی بنا پر آپ کی بارگاہ میں بے تکلف تھا، اس لئے عرض کیا: ”جناب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی کافر کلمہ پڑھنا چاہے تو اُسے فوراً کلمہ پڑھا دینا چاہیے اور تاخیر نہیں کرنی چاہیے جبکہ آپ فرماتے ہیں پرسوں آنا۔“ فرمانے لگے: ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ اس کا کیا مطلب؟“ میں نے عرض کیا: ”کہ میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرنا چاہتا ہوں اور آپ فرماتے ہیں پرسوں آنا۔“ فرمانے لگے: ”اچھا پھر آؤ۔“ اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت کر لیا، یہ 16 محرم 1390ھ بمطابق 25 مارچ 1970ء کی بات ہے۔“

حضرت شرفِ ملت اپنے مرشدِ گرامی سراجِ الاتقیاء، مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ کی تواضع اور انکساری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”طریقت کے شجروں میں مشائخ کے نام اس طرح نظم کیے جاتے ہیں کہ اُن کے وسیلے سے دعا مانگی جاتی ہے، جو پیر طریقت اپنے مریدین کو دینے کے لیے شائع کرتے ہیں وہ اپنا نام اس انداز میں نظم کرتے ہیں کہ مریدین اُن کے وسیلے سے دعا مانگیں، لیکن سید صاحب نے باوجودیکہ روحانی اعتبار سے بلند مقام پر فائز تھے اور پاکستان کے مفتی اعظم تھے بڑے بڑے

علمائے اُن کے حضور دوزانو بیٹھتے تھے، اپنا نام بالکل مختلف انداز میں شامل شجرہ کیا، ملاحظہ ہو شجرہ قادریہ برکاتیہ کا ایک شعر یہ ہے:

یا الہی سید احمد کو کر اپنا غلام

کر کرم اُس پر نبی الانبیاء کے واسطے

یعنی اپنے مریدوں کہ یہ سبق نہیں سکھایا کہ میرے وسیلے سے مانگو، بلکہ یہ راہ دکھلائی کہ میرے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فرمانبردار بندوں میں شامل فرمالے اور مجھ پر کرم کرے، پھر ”کر کرم اُن پر“ نہیں کہا بلکہ ”اُس پر“ فرمایا، اِس سے اُن کی انکساری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ راقم (شرفِ ملت) نے اِس کی جگہ ایک دوسرا شعر تجویز کیا اور چار اشعار مزید شامل کیے ہیں:

یا الہی ختمِ فرما کفر کی طغیانیاں

سید احمد سراجِ الاتقیاء کے واسطے

یا الہی رحمِ فسرِ ماعالمِ اسلام پر

بہرِ رحمانی میاں پیرِ ہدی کے واسطے

یا الہی سنیت پر پختگی کر دے عطا

حضرت سید امین مہ لقا کے واسطے

مولوی عبدالحکیم قادری کو دے اماں

سید عالم محمد مصطفیٰ کے واسطے

میرے مولادے شرف کو نعمتیں دارین کی

سید کونین ختمِ الانبیاء کے واسطے“

حضرت شرفِ ملت اپنی عمرِ عزیز کے تقریباً چھ بیسویں سال میں مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے باقاعدہ طور پر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ سے منسلک ہوئے، اور پھر عمر بھر امام احمد رضا کے پیغامِ محبت کو عام کرتے رہے۔ دلوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے چراغ روشن کرتے رہے۔ جس کے صلے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں وہ علمی، عملی اور روحانی عروج بخشا کہ مجھے اُن کے وصال کے بعد کئی احباب نے اُن کے بارے میں ایسی باتیں بتائیں کہ میں ایک صاحبِ حال سے پوچھے بغیر رہ

نہ سکا کہ ”حضرت شرفِ ملت پانچ وقت نماز باجماعت کا اہتمام تو ضرور فرماتے تھے مگر میں نے کبھی انہیں تہجد یا کثیر اوراد و وظائف کا اہتمام کرتے ہوئے نہیں دیکھا، پھر انہیں یہ سارے مراتب کیسے حاصل ہوئے؟“ تو انہوں نے جواب دیا: ”اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت صاحبِ نسبت انسان کو وہ روحانی درجات اور مرتبے دلاتی ہے جو صرف نوافل اور وظائف سے حاصل نہیں ہوتے۔“ اور یہ امام احمد رضا خاں کے دامن سے وابستگی ہی کا فیضان تھا کہ حضرت شرفِ ملت کو درج ذیل حضرات نے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اجازت و خلافت سے نوازا:

- (1) پیر طریقت حضرت علامہ محمد ریحان رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان۔
- (2) صاحب الفضیلۃ والارشاد حضرت علامہ مولانا فضل الرحمن مدنی رحمہ اللہ۔
- (3) مولانا سید احمد علی رضوی رحمۃ اللہ علیہ (سابق سجادہ نشین، اجمیر شریف)
- (4) پیر طریقت حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول رضوی مدظلہ العالی۔
- (5) فقیہ اعظم ہند علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت شرفِ ملت کو آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ سے توفیق ملا ہی تھا مگر جب وہ سراپا خیر الحاج محمد رفیق برکاتی حفظہ اللہ کے ہمراہ سیدی اعلیٰ حضرت کے پیر خانے مارہرہ مقدسہ میں انعقاد پذیر عرسِ قاسمی 2000ء میں حاضر ہوئے تو امین شریعت حضرت پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم العالیہ نے کثیر علماء و مشائخ اور عوام اہل سنت کی موجودگی میں شرفِ ملت کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں اجازت و خلافت اور دستار سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور حضرت شرفِ ملت کے جملہ شیوخِ اجازت کو جزائے خیر عطا فرمائے!

اور یقیناً یہ نسبتِ قادریہ رضویہ کی برکات کا تسلسل تھا کہ شرفِ ملت رحمہ اللہ کو عرب و عجم کے کثیر مشائخ سے سلسلہ عالیہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، رفاعیہ، تیجانیہ اور شاذلیہ میں بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ انہیں جس قدر عروج حاصل ہوتا رہا ان کی عاجزی اور انکساری میں اسی قدر اضافہ ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی برزخی زندگی میں بھی نسبتِ قادریہ رضویہ کی بہاروں سے نوازے، آمین۔ وہ شجرہ شریف پڑھتے ہوئے درج ذیل شعر بہت کیفیت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے:

قادری کر، قادری رکھ، قادریوں میں اٹھا

قدرِ عبد القادرِ قدرتِ مُنا کے واسطے

صحرائے سخن کا پڑ مردہ پھول

﴿میرزا امجد رازی﴾

وَلَمْ يَبْقَ سِوَى الْعُدْوَا

نِ دِنَاهُمْ كَمَا دَانُوا

(ترجمہ: اور بسا اوقات جہالت کے مقابلے میں بردباری سے کام لینا ذلت کی اطاعت کرنا ہے۔)

عرصہ حیات کے چہرے کو غازہ شہرت سے نکھارنے اور سنوارنے کے لیے ظاہری نمود و نمائش کے قبیلے سے تعلق رکھنے والوں نے طرح طرح کے طریقے استعمال کیے۔ جب بھی ابر حقیقت برسا تو ان کے چہروں کے قدرتی بد نما داغ و دھبے ظاہر ہو گئے۔ جہاں علم و فن میں بڑے ایسے تھے جن کی نیتیں جاہ و ہوس کے فولادی شکنجوں میں جکڑی ہوئی تھیں مگر جب جب تخلیقِ عبد کا سلسلہ ارتقاء پذیر ہو تا رہا تو ان نیتوں کو جاہ و ہوس کی آہنی گرفت سے چھڑانے کے لیے ایسے ایسے عبادِ کامل منصبہ شہود پر آتے رہے کہ جنہوں نے ان شکنجوں کو آتشِ نفَس سے پگھلا کر رکھ دیا۔ تاریخ نے چشمِ عالم کے سامنے ایسے افراد کی وہ فہرست پیش کی ہے کہ جس کو دیکھ کر چشمِ عالم آج تک ورطہ حیرت اور رقصِ تعجب میں ہے۔

صفحہ ثانی پر ان افراد کے نام بھی خامہ تحقیق نے قرطاسِ تاریخ پر لکھ دیے ہیں کہ جنہوں نے جسمِ علم و فن کے لیے لباسِ جہالت کو پسند کیا۔

یہ محاورہ ان کی حیاتِ مستعار کا لائحہ عمل بن گیا ۛ

بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا

اپنی نام و نمود کی ہوس میں لوگوں نے اس داغِ بدنامی کو اپنی جبینِ حیات کے لیے غُڑۃ المَحَلِّین سمجھ لیا اور اپنے دستِ گستاخ کو ایسے استاذ کے دامنِ سخن پر مارا کہ جس کا کلام سلطانِ کلام فصحاء، جس کا دہن ترجمہ کلامِ ذاتِ علیؑ، وہ استاذ کہ جو

قالبِ تقریر کو جانِ فصاحت سے نوازتا اور وقتِ تفسیرِ کلامِ الہی کے قد و گلاب ملاتا، جس کا ہر کلمہ باپِ رحمت اور ہر فقرہ کلامِ انتسابِ مغفرت، مشاطگیِ عروسِ نظم و نثر میں ہمہ تن مصروف رہنے والی بارات کو دو لہا یعنی

شیخ الاسلام والمسلمین امام الفصحاء عبدۃ الاذکیا اشعر الشعراء اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلی رحمۃ اللہ علیہ۔

آئیے انہی میں سے ایک کو رسوا دِ ”ذی الشقاق زادہ اللہ مرض النفاق“ کی زہر بھری آنکھوں کے اشارے دیکھیے۔

پہلا اشارہ:

بعض اشعار میں فنی تسامحات بھی پائے جاتے ہیں کیوں کہ یہ بشر کا کلام ہے، اللہ کا کلام تو ہے نہیں۔ اور یہ اشعار پیش کیے:

اس گل کے سوا ہر پھول باگوش و گراں آیا
دیکھے ہی گی اے بلبل جب وقتِ فغاں آیا

طیبہ کے سوا سب باغِ پامالِ فنا ہوں گے
دیکھو گے چمن والو جب عہدِ خزاں آیا

کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نہ الا ہے
سکتے میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں آیا

ان اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ تقطیع کرتے وقت پہلے، دوسرے اور تیسرے شعر میں بالترتیب لفظ پھول، باغ اور عقل کے آخری حروف بحر سے خارج ہو جائیں گے۔

جوابِ اشارہ:

میر کا شعر ہے ۔

حباب آسا محیطِ عشق سے جو پار اترتے ہیں
گزر جاتے ہیں پہلے سر سے پیچھے پاؤں دھرتے ہیں

مولوی نجم الغنی نجی رامپوری رقم طراز ہیں کہ ان اشعار میں عروض و ضرب یعنی ہر مصرع کے رکن آخر میں مفاعیلان ہے گویا لفظ ”ہیں“ میں اعلانِ نون مانا ہے جس کے جواب میں خواجہ نصیر الدین طوسی کی معیار الاشعار کی عبارت بہت عمدہ ہے:

”ایسے دو ساکنوں کے واقع ہونے کی وجہ سے مسبق نہ سمجھنا چاہیے کیوں کہ الف اور نون غنہ دو حرف نہیں ہیں بلکہ ایک حرف کے قائم مقام ہیں جیسے ”اعلیٰ حضرت“ کا مصرعہ شعر ملاحظہ فرمائیں ۛ

اس گل کے سوا ہر پھول باگوش و گراں آیا

اس مصرع میں لفظِ گراں رکنِ مفاعیلین کے جزءِ مفاہر تفتیح ہوتا ہے جس کے آخر میں الف اور نون غنہ آئے ہیں۔ اسی کے بارے میں محقق طوسی کہہ رہے ہیں کہ یہ دو حرف نہیں ہوتے بلکہ ایک حرف کے قائم مقام ہیں۔ ایسے ہی درمیانِ ابیات میں ایسے دو حرف ایک حرف کے حکم میں شمار کیے جاتے ہیں۔

تو مولوی نجم الغنی صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ خواجہ کا یہ قول نون غنہ میں تو جاری ہو سکتا ہے مگر متاخرین تو ساکن زائد غیر غنہ بھی لاتے ہیں کہ درمیانِ مصرع (یعنی حشوِ اول اور دوم میں) اسباغ جائز ہے۔

اسباغ کیا ہے؟

یہ زحافِ ارکانِ بحر کا نام ہے یعنی ’تسبیغ‘۔

تعریف اس کی یہ ہے کہ رکنِ بحر کے آخر میں واقع سببِ خفیف کے بعد ایک حرف ساکن کا اضافہ کرنا ہے جیسے فاعلاتن سے فاعلاتان اور مفاعیلن سے مفاعیلان تو اب حشو یعنی درمیانِ مصرع میں زحافِ تسبیغ سے بحر ہرجِ مثنیٰ سالم۔

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن کا مزاحف آہنگ یہ بنے گا۔
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلان مفاعیلن

جیسے دہی پر شاد ربط کا یہ شعر دیکھیں

اداوِ عشوہ ناز و غمزہ ہیں یہ چار رکن اس کے
قدِ موزونِ جاناں بھی عجب برجستہ مصرع سے

اس شعر کے مصرعِ اول کے حشو ثانی میں لفظ ”چار“ زحافِ تسبیغ کو ظاہر کر رہا ہے۔ اسی طرح قاضی یوسف مرگے یوسف تخلص کا یہ شعر دیکھیں

رسول اللہ کے فرزند، علی کے لاڈلے دل بند
ہیں زہرا کے جگر پیوند محی الدین جیلانی

اس شعر میں بھی لفظِ فرزند، دل بند اور پیوندِ اسباب سے مزین ہیں یعنی مفاعیلان سے۔ اسی طرح مومن کا شعر ہے

رکھے مجھ کو جیسا میں اس کو عزیز
نہ معشوق و عشاق میں ہوئے تمیز

اس شعر کا وزن تو فعلن فعلن فعلن فعلن ہے مگر مومن نے مصرعہ ثانی میں زحافِ تسبیغ کے ذریعے اس کا وزن فعلن فعلن فعلن فعلن بحر متقارب مثنیٰ مقصور مسبق کیا حالانکہ مومن کو علم تھا کہ عشاق کو عاشق کرنے سے وزن صحیح ہی رہے گا پھر بھی عشاق باندھا تا کہ تنویر پھول جیسے متاعِ حضرات کا نظریہ رد ہو سکے۔ اسی طرح حضرت رضا کے کلام کی بحر تو تھی بحر ہرجِ مثنیٰ اُخر ب ’مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن‘ مگر حضرت رضا نے قواعدِ عروض کے عین مطابق اس وزن

کو دشمنِ اُخربِ مسیحِ مفعولِ مفاعیلانِ مفعولِ مفاعیلین، کیا اور حشوِ اوّل کو اسباغ سے تزیین دی۔

دوسرا اشارہ

اعلیٰ حضرت کا شعر ہے

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

اس شعر کے بارے کہا گیا ہے کہ

لفظ وہابی میں ہائے ہوز مشدد ہے کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسم وھاب سے مشتق ہے جبکہ یہاں بغیر تشدید کے باندھا گیا ہے۔

جواب اشارہ:

حقیقت تلفظ: اہل فن لکھتے ہیں کہ

اگر کسی لفظ میں کوئی حرف دوبار پے درپے یعنی متواتر یا یکے بعد دیگرے آجائے تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

(1) حرف دونوں بار متحرک ہوگا۔

(2) حرف پہلی بار متحرک اور دوسری بار ساکن ہوگا۔

(3) حرف پہلی بار ساکن اور دوسری بار متحرک ہوگا۔

1۔ جب حرف دونوں بار متحرک ہو تو اس کو دوبار لکھا جاتا ہے اور دونوں پر حرکات لکھی جاتی ہیں جیسے ممانعت، ممالک، پچا وغیرہ۔

2۔ جب پہلی بار متحرک اور دوسری بار ساکن ہو تو بھی اسے دوبار لکھا جاتا ہے۔ پہلے پر اس کی حرکت اور دوسرے پر جزم دی جاتی ہے جیسے ممتاز، ممدوح، تنلی، سُسرال وغیرہ۔

3۔ جب پہلی بار ساکن اور دوسری بار متحرک ہو تو اس کی مزید تین صورتیں معرضِ وجود میں آتی ہیں۔ پہلی یہ کہ اگر حرفِ نون ہے جیسے جُنْتُ، مُنْتُ، گُنْتُ میں ہے تو اسے دوبار لکھا جائے گا، پہلے پر جزم اور دوسرے پر اس کی حرکت لکھی جائے گی۔ دوسری یہ کہ حروف کو دوبار لکھنے کی بجائے ایک بار لکھ کر ان پر علامتِ تشدید لکھ دیتے ہیں جیسے معلّم، تکلم، تبسم وغیرہ۔ اور تیسری یہ کہ ایک بار لکھنے کے بعد اس کے اعراب کی دو قسمیں کر دیتے ہیں یعنی کبھی تو تشدید لکھی جاتی ہے اور کبھی وزنِ عروضی پورا کرنے کے لیے تشدید کی جگہ زبر، زیر یا پیش لکھ دی جاتی ہے۔ جیسے لفظِ رُکھا، چُکھا، لُکھا وغیرہ وغیرہ۔

کہ یہ الفاظ شعر میں رکھا، رکھے، رکھو، چکھا، چکھے، چکھو، لکھا، لکھے، لکھو بغیر تشدید کے بھی استعمال ہوتے ہیں۔

ایسے ہی لفظ الوُھاب ہے کہ تشدید کے ساتھ بھی ہے اور بغیر تشدید کے بھی مستعمل ہے بلکہ بغیر تشدید کے فصیحِ واضح ہے۔

کیونکہ فرہنگِ آصفیہ میں لفظ وہابی بغیر تشدید کے بھی ہے جو ہماری تائید میں ہے۔ مولوی سید احمد دہلوی لکھتے ہیں: ”اگرچہ یہ لفظ ہائے مشدد سے ہے مگر عرفِ عام میں تخفیف کے ساتھ بولا جاتا ہے اور عرفِ عام میں جس لفظ کو تلفظِ غیر حقیقی کے ساتھ بولا جائے، اسے غلطِ العام کہتے ہیں۔“ اب غلطِ العام کے بارے میں مولوی سید احمد دہلوی لکھتے ہیں: ”عام غلطی جسے سب لوگ استعمال کریں مگر اصطلاح میں وہ بات جس کو بالاتفاق تمام زبان دانوں نے بھی باعثِ فصاحت اپنے محاورے میں استعمال کر کے شعر و سخن میں برتا ہوا چنانچہ اسی سبب سے غلطِ العام فصیح کو سب علماء و فصحاء نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔“ سبحان اللہ! صاحبِ فرہنگِ آصفیہ نے علماء اور فصحاء کہہ کر جہلائے سخن کو خارج کر دیا کیوں کہ جہلا غلطِ العام اور غلطِ العوام کا فرق ہی نہیں جانتے۔ اگر فرق جان جاتے تو کبھی اساتذہ کے بارے میں ہدایاتِ محض نہ بکتے۔ الغرض یہ تیسری تقسیم تلفظ محض شعراء کے حسن ذوق اور حسن طبع و سمع کے باعث ہے کہ جس لفظ کو اس تقسیمِ ثالث میں داخل کیا، سو کیا۔

ورنہ لفظِ بچّہ، کچا وغیرہ کو بغیر تشدید کے نہیں پڑھتے کیونکہ استکراہِ سمع کا مسئلہ ہے۔

تیسرا اشارہ

اعلیٰ حضرت کے شعر پیش کیے:

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا
دل تھا ساجدِ مجد یا پھر تجھ کو کیا

دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب
تُو نہ ان کا ہے نہ ہتا پھر تجھ کو کیا
ان اشعار پر یہ تبصرہ کیا: ”حقیقت یہ ہے کہ قرآن فرقہ بندی کے سخت خلاف ہے۔ اُمتِ مسلمہ کو ایک اللہ، ایک آخری رسول، ایک آخری کتاب یعنی قرآن اور ایک قبیلے کی بنیاد پر متحد ہو جانا چاہیے۔“

پھر تنویر پھول عدمِ فحول و عقلِ فضول کا مظاہرہ کرتا ہوا کہتا ہے کہ ”اس پر میں اپنے دو اشعار پیش کرتا ہوں۔“ اور اشعار یہ پیش کیے۔

مسلمان بھائی بھائی ہیں، خدا نے ہے یہ فرمایا
مگر یہ مولوی صاحب نہ جانے کیوں لڑاتے ہیں
ہمیں فرقہ پرستی سے بڑی نفرت ہے اے یارو
نہ ہم ہیں دیو کے بندے نہ ہم حلوہ اُڑاتے ہیں

جواب اشارہ

قرآنِ عظیم میں اللہ کریم جلد مجددؑ نے ارشاد فرمایا:

اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ

کہ تم ایسے ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے۔ مفسرینِ کرام نے لفظ ”الناس“ سے صحابہ کرام مراد لیے ہیں۔ اب ترجمہ یہ بنا کہ تم ایسے ایمان لاؤ جیسے صحابہ ایمان لائے۔ صحابہ کا ایمان کیسا تھا؟

ضمرہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے اپنا جھگڑا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پیش کیا تو حضور نے مبطل کے خلاف حق والے کے حق میں فیصلہ فرمادیا۔ مبطل نے فیصلہ مصطفوی سے اعراض کیا تو اس کے ساتھی نے کہا کہ اب کیا ارادہ ہے، کہا کہ ہم اپنا فیصلہ لے کر ابو بکر صدیق کے پاس چلتے ہیں تو وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے۔ حق والے نے عرض کی کہ ہم دونوں اپنا جھگڑا بارگاہ، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لے گئے۔ حضور نے میرے حق میں فیصلہ فرمایا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق نے کہا کہ تمہارا فیصلہ وہی ہے جو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ مبطل نے کہا کہ میں اس سے بھی راضی نہیں ہوں اور کہنے لگا کہ عمر بن خطاب کے پاس چلتے ہیں۔ تو ان کے پاس آئے۔ حق والے نے کہا کہ ہمارا جھگڑا بارگاہ رسالت میں پیش ہوا۔ حضور نے فیصلہ میرے حق میں فرمایا مگر یہ اس فیصلے سے منکر ہے، اس پر راضی نہیں ہوتا۔ حضرت عمر نے اس سے پوچھا تو اس نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ سن کر حضرت عمر بن خطاب گھر چلے گئے، باہر نکلے تو تلوار ان کے ہاتھ میں تھی۔ تلوار کو میان سے نکالا اور مصطفیٰ کے فیصلے سے انکار کرنے والے کی گردن اُس کے تن سے جدا کر دی۔ رواہ ابو اسحق، الصارم۔

اسی طرح تفسیر جلالین میں ہے کہ ایک مرتبہ عبد اللہ بن ابی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے مبارک کے پاس سے اس حالت میں گزرا کہ حمارِ مصطفیٰ پیشاب کر رہا تھا تو عبد اللہ بن ابی نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیا۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے فرمایا جو اس وقت وہیں تھے۔

ریح بول حمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطیب من ریح مسککم

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے مبارک کے پیشاب کی بو تمہارے مشک و عنبر سے اچھی ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”من لکعب بن الاشرف فانه قد اذی اللہ ورسولہ۔“ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے کون تیار ہوتا ہے کیوں کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔“ الغرض محمد بن مسلمہ اور اس کے ساتھیوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔

اسی طرح ایک شخص سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کرتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من یفینئ عدوی۔ میرے دشمن کو میری طرف سے کفایت کون کرے گا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور کا بے ادب اور حضور کو سب و شتم کرنے والا حضور کا دشمن ہے اور اسے قتل کرنا حلال ہے۔

صحیح بخاری کی ایک اور حدیث ہے کہ حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ حضور نے ابورافع کہ ہاں چند انصاری نوجوان بھیج کر اسے قتل کروایا اس لیے کہ ابورافع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتا تھا۔

سنن نسائی کی ایک طویل حدیث جس کا خلاصہ ہے کہ ایک اندھے شخص نے اپنی بیوی کو اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کیا کرتی۔ تو مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر کہ اس عورت کو کس نے قتل کیا۔ وہ اندھا آدمی کھڑا ہو گیا۔ سرکار نے حاضرین مجلس سے فرمایا، خبردار تم گواہ ہو جاؤ کہ اس عورت کا خون رائیگاں ہے۔ یعنی ناپید ہونے لگا، موزئی رسول قتل کرنے کے قابل ہے۔ اس کے خون کا بدلہ نہیں لیا جائے گا، اس لعین کا خون ضائع جائے گا۔

اسی طرح ایک حدیث سنن ابوداؤد سے بھی سنیے۔ حضرت علی روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودیہ حضور کی گستاخی و بے ادبی کرتی تھی تو ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ حضور نے اس کا خون باطل کیا کہ وہ رائیگاں ہے۔

اب قانونِ الہی کو بھی دیکھیے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا:

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ لِّكَ ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ (سورہ توبہ)۔ اس آیت کا ترجمہ ہے: ”اور ان میں کوئی وہ ہیں کہ ان غیب کی خبریں دینے والے (نبی) کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں (یعنی کان کے کچے ہیں، اُن سے جو کہہ دیا جائے اُن کرمان لیتے ہیں) تم فرماؤ تمہارے بھلے کے لیے کان ہیں، اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی باتوں پر یقین رکھتے ہیں اور جو تم میں سے مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے

ہیں۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے، تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ تمہیں راضی کر لیں اور اللہ اور رسول کا حق زیادہ تھا کہ اُسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔ کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے، یہی بڑی رسوائی ہے۔“

اس آیتِ کریمہ سے چند مسائل حاصل ہوتے ہیں:

- 1۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے مخالفت و دشمنی کرنا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ میں جلنا ہے۔
- 2۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرے اور جو حضور کو راضی نہ کرے بلکہ سب و شتم کرے اور بے ادبی کر کے ناراض کرے وہ دائرۃ ایمان سے خارج، کافر ہے۔
- 3۔ جب کان کے کچے کہنے میں توہین و ایذاءِ مصطفیٰ ہے تو حضور کے علم سے شیطان کا علم بڑھانا اور حضور کے علم پاک کو بچوں، پاگلوں، جانوروں کے علم کی طرح بتانا کتنی سخت ایذا بے ادبی ہے۔

اب تنویر پھول سے کہتا ہوں کہ ہوش کے ناخن لے، آنکھیں کھولے اور اشعارِ اعلیٰ حضرت پر غور و فکر کرے کہ کیا اعلیٰ حضرت فرقہ پرستی کا درس دے رہے ہیں؟ اگر ان اشعار سے یہی مفہوم نکلتا ہے تو طرزِ صحابہ کو کیا کہے گا؟ طرزِ مصطفیٰ کو کیا کہے گا؟ قانونِ الہی کو کیا کہے گا؟ فرقہ بندی تو وہ ہے کہ اصولِ شریعتِ مطہرہ سے ہٹ کر کوئی عقیدہ گھڑا جائے۔

اعلیٰ حضرت کے کسی فتویٰ یا کسی کتاب سے زندگی سخن ثابت نہیں کر سکتا کہ اعلیٰ حضرت نے اصولِ شریعت کے خلاف پر کوئی عقیدہ گھڑا ہو، پھر اس نے کہا تمام اُمتِ مسلمہ کو ایک اللہ اور رسول اور قرآن پر متحد ہو جانا چاہیے۔ کہا تو اس نے ٹھیک ہے مگر اللہ پر تو متفق دیوبندی، وہابی، اہل تشیع بھی ہیں، رسول پر بھی متفق ہیں، قرآن پر بھی متفق ہیں۔ مگر گستاخیِ خدا اور رسول و صحابہ ان لوگوں کا وطیرہ ہے تو کیا ایسے لوگوں سے ناموسِ مصطفیٰ کے تحفظ کے لیے لڑنا اور علیحدہ ہو جانا اور رد کرنا فرقہ پرستی ہے؟ اگر اس کے باپ کو کوئی گالی دے، اُس کی ماں کو کوئی بُرا کہے تو کیا یہ اُسے اپنا بھائی بنائے گا؟ اگر نہیں تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں بے ادبی و گستاخی کرنے والوں کو ہم کیوں اپنا بھائی بنائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیں اپنے والدین سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ پھر اس نے یہ بھی کہا کہ

نہ ہم ہیں دیو کے بندے نہ ہم حلوہ اڑاتے ہیں

چلو یہ تو سمجھ میں آتا ہے کہ یہ دیو کا بندہ نہیں مگر جو اس نے یہ کہا کہ ”نہ ہم حلوہ اڑاتے ہیں“ تو اس نے تمام اہل سنت و جماعت پر چوٹ کی کہ گیارہویں و بارہویں اور ختمِ قادریہ وغیرہم میں میٹھی چیزوں کو حلوہ کے زمرے میں رکھ کر کہا کہ ہم حلوہ اڑانے والے بھی نہیں بلکہ حضور علیہ السلام کی پسند سے انکار کیا:

كان النبي يحب العتسل والحلوة

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد اور حلوہ پسند تھا۔

تنویر پھول کے پاس حدیث کا کیا جواب ہے؟ خیر یہ ایسا جملہ تو نہیں کہ ہم اس پر گمراہیت و کفر کا فتویٰ لگائیں تاہم اتنا ضرور کہوں گا کہ تنویر پھول ایسے جملوں سے اجتناب کرے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تداخلِ فصلیں میں ہی گلِ سخن کی پتیاں جھڑ جھڑ کر ہوائے تنقید میں گلستانِ ادب کو خیر باد کہتی جائیں اور چشمِ شاخِ فن پر مردہ پھول کی بہار کو ترستی رہے۔

میں اپنے مضمون کو مرزا یاس عظیم آبادی کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

جنابِ یاس ہیں اور انتظامِ باغِ سخن
ہوئے تند کے جھونکے اور چراغِ سخن

بندۂ زبردست نہ زیر دست خدا پرست

میرزا امجد رازی

خطبہ استقبالیہ

امام احمد رضا کا نفرنس 2010ء

منعقدہ 10 اپریل 2010ء، شیخ زید اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

صدر گرامی قدر، پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی زید مجدد، شیخ الجامعہ، جامعہ کراچی، مہمانِ خصوصی ذوی القدر پروفیسر عبدالغنی صاحب زید مجدد، نمائندہ پروفیسر ڈاکٹر نذیر احمد مغل صاحب المحترم، شیخ الجامعہ، جامعہ سندھ، بریلی شریف اور دہلی سے تشریف لائے ہوئے مہمانانِ ذوی القدر حضرات علامہ مولانا مفتی محمد حنیف خان رضوی و حضرت علامہ مولانا انوار احمد امجدی مدظلہما، فاضل مقالہ نگار حضرات، معزز علمائے کرام، جامعات اور کالج کے اساتذہ کرام اور حاضرینِ ذوی الاحترام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ہم ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کی طرف سے منعقدہ 30 ویں امام احمد رضا کا نفرنس میں عبقری وقت حضرت علامہ امام احمد رضا حنفی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے علمی و ملی کارناموں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔

مہمانانِ ذی وقار!

امام احمد رضا اپنے دور کے عبقری اور افتخار عالم تھے۔ انہوں نے اس قرآنی حکم

قُلِ اللّٰهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَدَعَ (الانعام 6: 19)

”یعنی تم فرماؤ کہ اللہ گواہ ہے مجھ میں اور تم میں اور میری طرف سے اس قرآن کی وحی ہوئی ہے کہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو قرآن پہنچے۔“

پر عمل پیرا ہوتے ہوئے قرآن و حدیث کے احکامات اور ان میں پوشیدہ علم و حکمت اور فراست و دانائی کے خزانوں کو ان کے اہل تک پہنچانے میں ابلاغ و ترسیل کا جو اعلیٰ معیار برتا ہے اور جس طور پر اپنے دور کے تمام ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے عرب و عجم اور نامور عالمی جامعات کے اسکالرز نے ان کی منشور و منظوم نگارشات کو بلند معیار کی تحقیقات قرار دیا ہے اور ان کو اس دور میں سید عالمؑ کا نجات سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ مبارکہ کا مصداق قرار دیا ہے کہ

اللہ تر و تازہ کرے اس کو جس نے ہمارا کلام سنا اور جیسا سنا ویسا پہنچا دیا، بہت سے پہنچائے ہوئے سننے والوں سے زیادہ اہل ہوتے ہیں، اور ایک روایت کے مطابق زیادہ افقہ ہوتے ہیں۔“

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء علم و عمل کے اعتبار سے بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مانند ہیں۔ وہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات و کرامات، علمی فتوحات اور روحانی فیوض و برکات کا آئینہ ہوتے ہیں۔ ان ذواتِ قدسیہ پر تعلیم و تعلم اور پرورش و پرداخت کے اعتبار سے نبی رؤفؐ جیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص نظر کرم ہوتی ہے۔

چودھویں صدی ہجری میں امام احمد رضا دنیا کے ان عباقرہ میں شمار ہوتے ہیں جو اپنے زمانے کے تمام مروجہ علوم و فنون پر نہ صرف دسترس رکھتے تھے بلکہ زندگی کے تمام شعبوں پر ان کی گہری نظر تھی۔ علوم قرآن و حدیث، اصول تفسیر و حدیث اس کے متعلقات اور تمام اُلی (Instrumental) علوم پر ان کی گرفت کا اعتراف بے شمار علمائے عرب و عجم نے کیا ہے جن میں امام صاحب سے اعتقادی، نظری اور علمی اختلاف رکھنے والے بھی شامل ہیں۔ یہاں وقت کی قلت کے سبب صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ علامہ حکیم عبدالحی لکھنوی صاحب جو علامہ ابوالحسن ندوی صاحب کے والد ہیں، ”نہضۃ الخواطر“ میں فرماتے ہیں:

”فقہ حنفی کی جزئیات پر کمال دسترس کے حوالے سے دورِ حاضر میں ان کی (یعنی مولانا احمد رضا) نظیر نہیں ملتی۔“

اور میں اس پر مزید اضافہ کرتا ہوں کہ بقول مولانا کوثر نیازی آج کے دور میں بھی نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا

ہے کہ اب کب ایسی شخصیت منصہ شہود پر آئے گی چونکہ اس وقت اُمتِ مسلمہ کا جو حال ہے اور ہر شعبہ زندگی میں جو انحطاطِ علمی، تنزلی معیار اور قُطرِ الجال کا عالم ہے۔ اللہ خالق و مولیٰ سے دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ

دُرد نہایتیرہ شد باشد کہ از غیب

چراغے بر کند خلوت نشینے

یعنی اے اللہ عز و جل! باطن تاریک ہو گئے ہیں، تجھی سے التجا ہے کہ غیب سے امام احمد رضا جیسا علم و حکمت کا خلوت نشین پیدا فرمادے جو دلوں میں پھر سے حضوریِ قلب اور علم و حکمت اور علم الیقین کے چراغ روشن کر دے۔ (آمین)

ایسا نہیں کہ ہمارے معاشرے میں علومِ قرآنی کے جاننے والوں اور دانش مند لوگوں کی کمی ہے۔ افسوس ناک صورتِ حال تو یہ ہے کہ بقولِ حافظ شیرازی

نہ حافظ را حضورِ درسِ قرآن

نہ دانشمند را علمِ یقینے

اگر فقدان ہے تو حضوریِ قلب، خشیتِ الہی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ایک افقہ عالم کو عینِ یقین کی منزل تک یہی صفات پہنچاتی ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

صدرِ عالی و قار اور مہمانانِ گرامی قدر!

امام احمد رضا رحمہ اللہ اس دور میں ایک ایسے ہی افقہ عالم تھے جن کو یہ تمام مقامات حاصل تھے۔ اگر ہم ان کی زندگی کے اہداف کو، جن کی تکمیل میں وہ تمام عمر قلبی و لسانی طور سے کوشاں اور اس کا عملی مظہر رہے، مختصر الفاظ میں بیان کریں تو وہ تین ہیں:

1۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ بجھے ہوئے جلاؤ اور جلتے ہوئے چراغوں کی لوتیز سے تیز تر کرو، انہیں بجھنے نہ

دو۔

2۔ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی پیکر بن کر سنتِ عام کرو۔ اور

3۔ علمِ نافع کی ترویج و اشاعت اس طور پر کرو کہ فارغ التحصیل ہوتے وقت طالبِ علم علمِ یقین کی اس آخری سرحد تک پہنچ جائے جہاں سے عینِ یقین کی منزل کی ابتداء ہوتی ہے تاکہ آئندہ وہ مطالعہ، تجربہ اور جدوجہد سے بآسانی اپنی منزل پاسکے۔

قاہرہ، مصر کے دورِ جدید کے نامور عالم، محققِ تراثِ اسلامی اور 23 سے زائد کتب کے مصنف، الاستاذ الدکتور محمد خالد ثابت امام احمد رضا رحمہ اللہ کی تصانیف کے عمیق مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ اپنے اعلیٰ درجے کے اخلاص اور صدقِ کامل کی برکت کی بدولت ان ثلاثہ اہداف کی تحصیل میں اپنے دور کے نہایت ہی کامیاب افتخار عالم ہوئے ہیں۔ (مفہوم)

وہ ایک سوال قائم کر کے پھر اس کا خود ہی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

فهل أفدح الشيخ في تحقيق هذه الأهداف نعم، بل إنه زُرق، ببركة إخلاصه و صدقه، الدرجة العليا في تحقيق كل واحد من هذه الأهداف الثلاثة۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ”انصافِ الامام فی انصافِ امام اہل السنة العالم الرباني الشيخ أحمد رضا خان البیدوی“ (1430ھ / یونیو 2009ء) ص: 20، ناشر: المقطم للنشر والتوزيع، قاہرہ، جہوریۃ مصر العربیۃ۔

www.nafseislam.com

صدرِ ذوی الاحترام اور مہمانانِ ذوی الکرام! امام احمد رضا رحمہ اللہ کی انہی تعلیمات اور مختلف علوم و فنون پر ان کی معیاری نگارشات و تحقیقات کو عام کرنے اور ان کے ورثہ علمی کے مخفی خزانوں کو منصہ شہود پر لا کر ان کے اہل تک پہنچانے کے لیے ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل مؤسسہ (1980ء) گذشتہ تیس برسوں سے اپنی کاوشیں جاری رکھے ہوئے ہے۔ بحمد اللہ اب اس کے ثمرات سامنے آرہے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1۔ امام احمد رضا کی تعلیمات و تصنیفات، احوال و آثار اور تحقیقات کی متنوع جہتوں پر کیے جانے والے تحقیقی کام نے اب ”رضویات“ کے عنوان سے فی نفسہ علم کے ایک الگ شعبہ (Discipline) کا رخ اختیار کر لیا ہے۔

- 2- 35 سے زیادہ عالمی جامعات میں مختلف علوم و فنون کے نامور اساتذہ و اسکالرز اب بلا تکلف اور ان کے متعلقات پر تحقیقی کام کو ”رضویات“ کے نام سے موسوم کر رہے ہیں۔ اور ”رضویات“ پر پی۔ ایچ۔ ڈی اور ایم۔ فل کی سطح پر مقالہ لکھنے کی نہ صرف ترغیب دے رہے ہیں بلکہ بطور نگران اپنی خدمات بھی پیش کر رہے ہیں۔
- 3- ہماری اطلاعات کے مطابق رضویات پر گزشتہ تیس برسوں میں اب تک تقریباً 30 اور متعلقاتِ رضویات پر 10 اسکالرز پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند حاصل کر چکے ہیں اور تقریباً اتنے اسکالرز رجسٹریشن اور مقالہ جات کی تکمیل کے مراحل سے گزر رہے ہیں۔ ان میں تقریباً 5 خواتین بھی شامل ہیں۔
- 4- 10 سے زائد ایم۔ فل 30 سے زائد ایم۔ ایڈ اور ایم۔ اے اور ہزار سے زائد دینی مدارس کی سطح پر مقالات لکھے جا چکے ہیں۔

غرضیکہ گزشتہ 30 برسوں میں عالمی جامعات کی اعلیٰ سطح پر (یعنی پی۔ ایچ۔ ڈی، ایم۔ فل، ایم۔ اے کے لیے) جس تواتر اور دلجمعی اور اخلاص فی اللہ کے ساتھ امام احمد رضا اور ان کے متعلقات کے حوالے سے جو تحقیقی مقالات لکھے جا رہے ہیں۔ اس کی مثال برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش کی کسی دوسری معروف عالم کی شخصیت میں نظر نہیں آتی۔ کم از کم ہمارے علم میں نہیں۔

آج ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہماری اس کانفرنس میں پاکستان کی دو جامعات کے شیخ الجامعہ یہاں مدعو ہیں، صدر مجلس محترم پروفیسر ڈاکٹر پیر زادہ قاسم رضا صدیقی زید عنایتہ شیخ الجامعہ، جامعہ کراچی اور مہمانِ خصوصی محترم پروفیسر ڈاکٹر نذیر احمد مغل زید مجدہ، شیخ الجامعہ، جامعہ سندھ، جامشورو، جن کی نمائندگی محترم پروفیسر عبدالغنی صاحب کر رہے ہیں، یہاں تشریف فرما رہے ہیں۔ یہاں چند انکشافات یقیناً ان حضراتِ گرامی کے لیے بالخصوص اور حاضرین محترم کے لیے بالعموم دلچسپی کا باعث ہوں گے:

- 1- عالم اسلام کی سب سے بڑی جامعہ، جامعۃ الازھر الشریف کو یہ شرف اور اولیت حاصل ہے کہ (گزشتہ تیس برسوں میں) ستمبر 1999ء میں پہلی بار کسی جامعہ کے احاطہ میں امام احمد رضا کانفرنس منعقد ہوئی اور یہ ناچیز وجاہت رسول قادری اور علامہ عبدالحکیم شرف قادری مرحوم و مغفور بنفس نفیس اس کانفرنس میں شریک تھے بلکہ یہ کانفرنس ہماری ہی تجویز پر

شیخ الجامعۃ الازھر شریف علامہ دکتور محمد سیّد طنطاوی مرحوم کی اجازت سے منعقد ہوئی تھی۔

2۔ جامعہ سندھ، جامشورو کو یہ اڈلیت اور شرف حاصل ہے کہ یہ برصغیر کی پہلی جامعہ ہے جہاں 2007ء میں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد ہوا اور اس کی خاص بات یہ تھی کہ ادارہ ہذا کے جنرل سیکریٹری محترم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب جو کراچی یونیورسٹی کے شعبہ ارضیات سے وابستہ ہیں، انہوں نے امام احمد رضا کی حیات، علمی و سائنسی خدمات پر سلائیڈز کی مدد سے 2 گھنٹے extensive لیکچر دیا جسے اس وقت کے وائس چانسلر سمیت تمام موجود اساتذہ کرام اور طلباء حضرات نے بڑی پذیرائی بخشی۔

3۔ علی گڑھ یونیورسٹی، پاکستان کی دوسری اور پرائیوٹ سیکٹر کی پہلی یونیورسٹی ہے (جس کے چانسلر محبت و محترم جناب زیڈ۔ اے نظامی صاحب ہیں) جہاں 2008ء میں امام احمد رضا کانفرنس منعقد ہوئی۔ یہ بھی بتاتا چلوں کہ یہ کانفرنس جناب زیڈ۔ اے نظامی صاحب کی خواہش اور ان کی دعوت پر منعقد کی گئی۔

4۔ وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی چوتھی یونیورسٹی ہے جہاں 2009ء میں امام احمد رضا کانفرنس منعقد ہوئی۔

5۔ اور جامعہ کراچی، پاکستان کی پانچویں جامعہ ہے جہاں آج شیخ زید اسلامک سینٹر کے آڈیٹوریم میں اس جامعہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد ہو رہا ہے۔ اس کے لیے ہم شیخ الجامعہ جناب پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی صاحب اور اسلامک سینٹر کے ڈائریکٹر محترم پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب اور شیخ زید اسلامک سینٹر کے عملے کے تہ دل سے ممنون ہیں۔

صدرِ گرامی قدر اور عظیم المرتبت مہمانانِ خصوصی!

آج کا یہ علمی اجتماع اس بات پر شاہد عادل ہے کہ ہم اپنے مقاصد کی تکمیل اور اہداف کے حصول میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ ہم نہ صرف ملکی سطح پر بلکہ عالمی پیمانے پر جدید علمی طبقہ میں امام احمد رضا کے علمی مآثر اور ان کی متنوع شخصیت کے متعدد گوشوں کو متعارف کرانے میں اور جدید علوم کی قد آور محقق شخصیات کو ”رضویات“ پر تحقیق و تدقیق

کے لیے راغب کرنے میں بحمد اللہ بڑی حد تک کامیاب ہو رہے ہیں۔

حافظِ حدیث سحر فربخ خوشتر رسید

تاحد چین و شام و باقصائے روم ورے

الحمد للہ کہ آج اکنافِ عالم میں امام احمد رضا کا چرچا ہے۔ لیکن ہماری کامیابیوں اور ناکامیوں کو تنقیدی نگاہ سے دیکھنے کی ضرورت باقی ہے۔ ان سب کامیابیوں کے باوجود ہمیں احساس ہے کہ ”رضویات“ کے تعارف کے حوالے سے ابھی ہمیں ایک طویل سفر طے کرنا باقی ہے۔

اس سال کی اہم پیش رفت اگر مختصر الفاظ میں بیان کی جائے تو درج ذیل ہے:

1۔ اعلیٰ حضرت کے سائنسی اور ریاضی علوم کو منظرِ عام پر لانا ماہرینِ فن کو اس طرف متوجہ کرنا۔ اس ضمن میں پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے اعلیٰ حضرت کی سائنسی تحقیقات کے حوالے سے بہت مفید تحقیقات کی ہیں جو سی۔ ڈیز کی صورت میں محفوظ ہیں۔

2۔ محترم محمد اعظم صاحب جوپی۔ آئی۔ اے میں انجینئر ہیں، انہوں نے امام صاحب کے ریاضی کے ایک مخطوطہ رسالہ ”البدور فی اوج المہذور“ یعنی ”علم جذر میں چمکتے چاند“ کی تحقیق و تخریج کی ہے اور فارسی سے اردو میں اپنے حواشی کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ امام احمد رضا کانفرنس تک یہ کتاب شائع ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت کے دور سائل

(i) رسالہ در علم لوگارٹم (Logarithm) اور

(ii) رسالہ در علم مربعات (Square + Cubes) پر بھی کام کر رہے ہیں۔

3۔ محترم عبید الرحمن صاحب جو چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ اور اکنامسٹ ہیں۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے کرنسی نوٹ پر لکھے ہوئے رسالے سمیت معاشیات کے حوالے سے ان کے مزید چھ رسائل کا انگریزی میں ترجمہ مع تخریجات و حواشی کر لیا ہے۔ یہ کتب بھی ان شاء اللہ آئندہ امام احمد رضا کانفرنس تک زیورِ اشاعت سے آراستہ ہو جائیں گی۔ وہ کتب و رسائل یہ ہیں:

(i) کفل الفقیہ الفہم فی احکام قرطاس الدرہم (تصنیف مکہ مکرمہ)

(ii) کاسر السیفہ الواہم فی ابدال قرطاس الدرہم

(iii) رسالہ منی آرڈر

(iv) تدبیر فلاح و نجات و اصلاح

(v) رسالہ دراجارہ (اجود القری)

(vi) حجب العوار عن مخدوم بہار

زیر تکمیل:

(i) ربا اور لاربا (Riba to La-Riba)

(ii) بیج سے متعلق بنیادی احکام

(iii) مراہجہ

(iv) سلم

(v) حوالہ اور ہنڈی

مستقبل کے منصوبے:

(i) مضاربہ

(ii) مشارکہ

(iii) زکوٰۃ

(iv) کفالت

(v) اوقاف

4۔ ایک سب سے بڑی اور اہم پیش رفت امام صاحب کی سوانح حیات جامع مرتب کرنے کے حوالے سے یہ ہوئی ہے کہ تقریباً 30 جلدوں پر مشتمل ایک خاکہ تیار کر لیا گیا ہے اور اس سلسلے میں پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کر دی گئی ہے جس کا یہ فقیر بھی ممبر ہے اور اس کی ترتیب و جمع کا کام ریسرچ اسکالر محترم اشرف

جہانگیر کے سپرد کیا گیا ہے۔ انہوں نے گزشتہ ایک سال میں مختلف عنوانات پر اب تک 12 جلدیں تیار کر لی ہیں۔

صدرِ گرامی منزلت و حاضرینِ کرام! ہمارے مستقبل کے پروگرام میں تین پروجیکٹ بہت اہم ہیں۔

1۔ اہم ملکی اور غیر ملکی جامعات میں امام احمد رضا چیئر کا قیام

2۔ جامعہ امام احمد رضا کا قیام

3۔ جدید خطوط پر امام احمد رضا لائبریری کا قیام جس میں تمام فنون پر کتب کے علاوہ انٹرنیٹ اور ویب سائٹ کی سہولیات بھی موجود ہو۔

آخر میں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کا یہ خادم ایک بار پھر صدرِ گرامی، مہمانِ خصوصی، ہندوستان سے تشریف لائے ہوئے مہمانانِ محترم، مقالہ نگار حضرات، حاضرینِ مجلس اور شیخ زید اسلامک سینٹر کی انتظامیہ اور ان کے کارکنان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم جناب و سیم سہروردی اور ان کے سہروردی برادران کے بھی سپاس گزار ہیں کہ انہوں نے حاضرینِ کانفرنس کے لیے ضیافت کا پُر تکلف اہتمام کیا ہے۔ ماشاء اللہ گزشتہ 6 برسوں سے خلوص اور للہیت کے ساتھ یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی بہترین جزاء انہیں عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کامل کے ساتھ ان کی اس محبت کے طفیل جناب و سیم سہروردی کی اہلیہ کو شفاءِ کامل اور صحتِ عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ادارہ ہذا اور یہ خادم ذاتی طور پر ان تمام حضراتِ گرامی سے بھی اظہارِ تشکر کرتے ہیں کہ جنہوں نے اس کانفرنس کے انعقاد میں ہم سے مالی تعاون فرمایا یا ہمیں اشتہارات سے نوازا۔ تمام کرم فرماؤں کے اسمبائے گرامی یاد نہیں رہ گئے لیکن چند کا ذکر ضروری ہے: محترم الحاج ثار احمد صاحب (چیئر مین پراجیکٹ سٹائل ملز)، جناب حاجی رفیق برکاتی صاحب، جناب حاجی حنیف عبدالرزاق جانو صاحب، جناب سید مومن صاحب، جناب عبدالرزاق تابانی صاحب، جناب اختر عبد اللہ صاحب (امریکہ)، جناب ادریس سہروردی، جناب سہیل سہروردی صاحب، جناب حنیف معرفانی صاحب، جناب امجد سعید صاحب جناب حاجی حنیف طیب صاحب، جناب ریاست رسول صاحب، لاکھانی سلک ملز، جناب قمر الدین خان صاحب، جناب خواجہ راشد علی صاحب، محمد منیر صاحب، جناب جنید، جناب زبیر حبیب صاحب، مکتبہ علمیہ کراچی، پام کو لاجسٹک سروسز، احمد بھائی امیر طیبہ اسلامک کالج وغیرہم۔

ہم پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کے بھی شکر گزار ہیں بالخصوص ”نور ٹیلی ویژن“ اور کراچی میں اس کے نیچنگ ڈائریکٹر جناب مولانا عاصم صاحب کے خاص طور سے ممنون ہیں کہ انہوں نے پوری کانفرنس کی کوریج کی۔ ہم مولانا پروفیسر محمد آصف خان علیی زید مجدد کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے نہایت محنت اور خلوص کے ساتھ ہماری مطبوعات کی اشاعت کی۔ ہم ایسے افراد اور اداروں کے بھی ممنون ہیں جنہوں نے اپنی رضویات کے حوالے سے اپنی تصنیفات و تحقیقات میں ہم سے مشورہ و اشتراک کیا بالخصوص ادارہ اہل سنت کراچی، مولانا اسلم رضا قادری، مولانا حامد علیی، مولانا عبد صاحب زید علیہم۔

اگر ادارہ ہذا کے ان کارکنان کا ذکر نہ کیا جائے کہ جنہوں نے نہایت خاموشی سے لگاتار محنت کر کے ادارہ کی مطبوعات کی اشاعت کی اور اس کانفرنس کو ہر طرح سے سجانے میں اہم کردار ادا کیا تو یہ ناسپاسی ہوگی۔ میری مراد جناب عمار ضیاء خاں صاحب، ان کے ساتھی مرزا محمد فرقان قادری صاحب، آفس سیکریٹری جناب ندیم احمد نورانی صاحب، اکاؤنٹنٹ جناب شاہنواز قادری صاحب، جناب اشرف جہانگیر صاحب، جناب ندیم اختر القادری صاحب اور مجلس عاملہ کے تمام اراکین۔ راقم ان سب کا ذاتی طور پر اس لیے بھی شکر گزار ہے کہ گزشتہ 6 ماہ سے فقیر اپنی پے بہ پے علالت کے باعث ادارہ کے دفتر سے غیر حاضر ہے۔ میں جنرل سیکریٹری جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید مجدد کا بالخصوص اور جناب پروفیسر دلاور خان صاحب اور محترم اشرف جہانگیر صاحب کا بالعموم شکر گزار ہوں کہ ان حضرات نے فقیر کی دفتری غیر حاضری کو بالکل محسوس نہ ہونے دیا اور ہر پیش رفت سے نہ صرف فقیر کو آگاہ رکھتے بلکہ مشاورت بھی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس ٹیم کو سلامت باکرامت رکھے اور بہ کارواں فقیر کے بعد بھی اسی طرح منزلِ مراد کی طرف رواں دواں رہے۔

در مقامی کہ صدارت بفقر ان بخشند

چشم دارم کہ بجاہ از ہمہ اقزون باشی

[ترجمہ: ایسے مقام میں کہ صدارت (بالانشینی) فقیروں کو عطا کرتے ہیں، مجھے توقع ہے (میری دعا ہے) کہ تو مرتبے میں سب سے زیادہ ہووے] آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

آل انڈیا سیمینار

امام احمد رضا خاں: اردو ادب کا ایک تابندہ ستارہ

ایک رپورٹ

از: پروفیسر محمد نور الحق (صدر، شعبہ اُردو، بریلی کالج، بریلی)

موضوع: اُردو ادب کے ارتقا میں بریلی کا حصہ

بتاریخ: 25 فروری 2010ء

بمقام: بریلی کالج بریلی

منجانب: اردو اکاڈمی لکھنؤ

امام احمد رضا خاں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ان کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ انہوں نے اپنے علم و ادب سے نہ صرف اردو دنیا بلکہ عالمی سطح پر اپنا سکہ جمایا۔ عرب و عجم دونوں کو بہت کچھ دیا۔ عالم اسلام کے دینی اور دنیوی مسائل کے ساتھ ساتھ سائنسی دنیا کے ایسے ایسے انکشافات کیے کہ یورپ و امریکہ انگشت بدنداں رہ گئے۔ آپ کو بجا طور پر موجودہ دور کا مجدد کہا جاتا ہے۔

امام احمد رضا خاں نے جس زمانے میں آنکھیں کھولیں وہ بہت ہی پُر فتن تھا۔ ہندوستان ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں ایک خلفشار پھیلا ہوا تھا۔ نہ صرف سیاسی بساط الٹ چکی تھی بلکہ علم و عقل و حکمت کا محور بھی بدل چکا تھا۔ اب سب کچھ سائنسی ایجادات اور آلات تو بن ہی چکے تھے۔ ناقص سائنسی مزعومات بھی بھولی بھالی عوام الناس کو خوف و ہراس میں مبتلا کرنے اور اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے استعمال کیے جا رہے تھے۔ دینی و مذہبی عقائد باطل ٹھہرائے جا رہے تھے، اور عوام الناس نئے مادی فلسفے کو قبول کرتی چلی جا رہی تھی۔ غرض ایک عجیب صورت حال تھی جسے بھول بھلیاں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

حسن اتفاق سے امام احمد رضا خاں کا خاندان لوگوں کو اس بھول بھلیاں سے نکال کر خدا اور اس کے حبیب کے دیے ہوئے سچے دین پر چلانے کا کام انجام دیتا آرہا تھا اسی لیے امام احمد رضا خاں بھی عملی طور پر غفوانِ شباب سے ہی اسی راہ پر چل پڑے۔ دینی اور دنیاوی دونوں عقائدِ باطلہ اور ناقص سائنسی مزعومات کی ایسی گرفت کی کہ ساری دنیا حیران رہ گئی۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ دنیا کی حیرانی اس بات پر نہیں تھی کہ امام احمد رضا خاں نام کا کوئی شخص ایسا پیدا ہوا ہے کیونکہ اسی زمانے میں سرسید احمد خاں گردشِ زمین کے خلاف ”قولِ مبین در ابطال حرکتِ زمین“ لکھ کر اپنے موقف سے پیچھے ہٹ چکے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے یا تو ان کا علم راسخ نہیں تھا یا ان پر کوئی دباؤ پڑا۔ لوگوں کی حیرانی اس بات پر تھی کہ ایک مولوی یہ کام انجام دے رہا ہے کہ بڑے بڑے ریاضی داں اس کے آگے گھٹنے ٹیکنے لگے۔ ایک مولوی امریکی ماہر فلکیات ’البرٹ ایف پوٹاکو جھوٹا ثابت کر رہا ہے۔ ایک مولوی Geo-Centric Concept Of Universe اور Helio -Centric Concept Of Universe کا انکشاف کر رہا ہے۔ ایک مولوی فلسفہ قدیمہ اور جدیدہ کی ہی تشریح نہیں کر رہا ہے بلکہ گلیلیو، نیوٹن اور آئن سٹائن کے نظریات انہیں کے نظریے سے باطل قرار دے رہا ہے۔

مندرجہ بالا تمہید میں یہ مقصد بھی چھپا ہوا ہے کہ ہمارے ادب کا عقیدہ بھی کچھ اسی طرح کا ہے۔ اکثر دیکھنے کو ملتا ہے کہ فلاں صنفِ ادب میں صرف مذہب کا غلبہ ہے۔ فلاں کے یہاں صرف تصوف کے مسائل ہیں۔ فلاں صحافت کر رہا ہے ادب نہیں لکھ رہا ہے۔ فلاں کی تخلیق میں عصری حیثیت نہیں ہے۔ فلاں زندگی کی بدلتی قدروں کا ساتھ نہیں دے رہا ہے۔ فلاں کو جمالیات نے مس نہیں کیا ہے۔ فلاں نرامل مولوی ہے۔ اس طرح کے جملوں کی ادائیگی سے کبھی کسی صنف کی قدرو قیمت کم کر دی جاتی ہے تو کبھی کسی کو شاعریا ادیب تسلیم نہیں کیا جاتا۔ امام احمد رضا خاں بھی اس زد سے نہیں بچ سکے۔ داغِ دہلوی نے جب ان کا یہ شعر:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اپنے پیارے شاگرد حسن رضا خاں سے سنا تو برجستہ کہا کہ ”مولوی ہو کر اتنا اچھا شعر کہتا ہے“۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری میں وہ آن بان ہے جو شاعری کی معراج ہے۔

امام احمد رضا خاں کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ انہوں نے اپنی شاعری میں مدحتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جو نیا انداز اختیار کیا ہے وہ کسی اور کے یہاں نہیں ہے۔ تبھی انہوں نے کہا:

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخی طبعِ رضا کی قسم

گرچہ انہوں نے سید کفایت علی کافی مراد آبادی کو سلطانِ نعت گویاں کہا ہے۔ کافی صاحب کا یہ شعر جو انہوں نے پھانسی کے پھندے پر لٹکتے ہوئے پڑھا تھا

سب فنا ہو جائیں گے کافی ولیکن حشر تک
نعتِ حضرت کا زبانون پر سخن رہ جائے گا

ایک مردِ مجاہد کی آواز ہی نہیں بلکہ حشر تک کی تصدیق ہے کہ ہر صنفِ ادب پامال ہو سکتی ہے لیکن صنفِ نعت شفیقِ محشر سے متعلق ہونے کی وجہ سے ہمیشہ باقی رہے گی۔

امام احمد رضا خاں کا فلسفہ شاعری بھی یہی ہے۔ اسی لیے انہوں نے اپنے دیوان کا نام ”حداائقِ بخشش“ رکھا۔ حداائقِ بخشش کا تعلق اس ذاتِ پاک سے ہے جو خدا کا حبیب ہے، رحمت للعالمین ہے، شفیق المذنبین ہے، جو مزل ہے، مدثر ہے، طہ ہے، لیس ہے، رؤوف ہے، رحیم ہے۔ جس کی اتباع کرنا، جس سے محبت کرنا، جس پر جاں نثاری کرنا عین عبادت ہے۔ جس کو ماں باپ، بھائی بہن، آل و اولاد سب پر فوقیت دینا لازم ہے، جس پر خدا اور اس کے ملائکہ ہر وقت درود بھیجتے ہیں، جس کے لیے اللہ نے حکم فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں تم بھی ان پر درود و سلام بھیجتے رہو۔

ایسی ذاتِ پاک کے لیے شاعری کے میدان میں اترنا اور اس کو منتہائے کمال تک پہنچا دینا امام احمد رضا خاں کا حصہ ہے۔ وہ بھی بقول خود ان کے

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیوں کر آئے
لا اسے پیشِ جلوہ زمرہ رضا کہ یوں

شاعری اور شریعت دونوں کو شیر و شکر کرنے کا عمل امام احمد رضا خاں سے پہلے ڈھونڈے نہیں ملے گا۔ امام احمد رضا خاں کی شریعت دانی کو تمام دنیا کے علما (جس میں مخالفین بھی شامل ہیں اور حرمِ طیبہ کے خادم بھی) نے نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ مہر بھی لگائی ہے۔ شیخ عبدالرحمن دھان مکی نے لکھا ہے:

”وہ جس کے لیے مکہ معظمہ کے علمائے کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سرداروں میں یکتا و یگانہ ہے۔ امام وقت میرے سردار، میری جائے پناہ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو اس کی زندگی سے بہرہ ور فرمائے اور مجھے اس کی روش نصیب کرے کہ اس کی روش سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روش ہے۔“ (حسام الحرمین) ”المیزان، امام احمد رضا نمبر“ 36-37

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ امام احمد رضا خاں کی شاعری کا نصب العین عشقِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ عشقِ جگر سوزی کا مطالبہ کرتا ہے۔ خونِ جگر کے بغیر عشق کی لذت سے لطف اندوز نہیں ہوا جاسکتا اور جو خدا کا محبوب ہے اس سے عشق کرنے کے لیے اگر فقیہانہ بصیرت نہ ہو تو شاعر دنیا اور عقبی دونوں خراب کر سکتا ہے۔ امام احمد رضا خاں نے خود لکھا ہے کہ:

”حقیقتاً نعت لکھنا نہایت مشکل ہے۔ جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ عرض حمد میں ایک طرف اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں طرف سخت حد بندی ہے۔“ سالنامہ معارفِ رضا، کراچی 2004ء صفحہ: 106۔

امام احمد رضا خاں اپنی شاعری میں اس کلیہ کو برتنے میں اس لیے کامیاب ہوئے کہ انہیں شریعت اور فنِ شاعری دونوں پر عبور حاصل تھا۔

فنِ شاعری زبانِ دانی کا بھی تقاضہ کرتی ہے زبان کا صوتی نظام ثقالت کر خنگی سے عاری نہیں لیکن ماہر لسان کے لیے یہ مشکل نہیں کہ نرم و شیریں اور رواں آوازوں کا انتخاب کر لے۔ امام احمد رضا خاں کے کلام کی روانی اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ وہ اس فن میں طاق تھے۔ زبان کی صوتی، حرفی، نحوی اور معنوی چاروں سطحوں سے جھانک کر دیکھیے ہر طرف سے زبان پر انکی پکڑ مضبوط دکھائی دیتی ہے۔ محاوروں کی برجستگی، استعارات اور تشبیہوں کی ادائیگی اور صنائع اور بدائع کے استعمال پر وہ زبردست قدرت رکھتے تھے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

تیری ہی جانب سے پانچوں وقت سجدہ نور کا
رخ ہے قبلہ نور کا بروہے کعبہ نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو، ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

یہ محض آواز کی روانی نہیں ہے بلکہ امام احمد رضا خاں کی طبیعت میں جو غضب کی روانی تھی اس کی کرشمہ سازی ہے۔ مذکورہ بالا دونوں شعر ”قصیدہ نوریہ“ کے ہیں۔ اس قصیدے میں 58 اشعار ہیں اور ہر شعر مطلع ہے۔ ہر مطلع میں ایسی بے ساختگی اور آمد ہے کہ کامل فن کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اثر آفرینی کا عالم یہ ہے کہ جی چاہتا ہے پڑھتے ہی رہیے۔ محاورے کی برجستگی اور استعارے کا حسن دیکھنا ہو تو ”حدائقِ بخشش“ کی پہلی ہی نعت پر غور کیجیے جس کا مطلع ہے

واہ کیا جو دو کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اس نعت میں 25 اشعار ہیں جن میں 28 محاورے استعمال ہوئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

- 1- عطا کے دھارے چلنا 2- سخا کے تارے کھلنا 3- پھر پر اڑنا 4- غیر کا منہ دیکھنا 5- قدموں میں ہونا 6- نظروں پہ چڑھنا 7- دامن میں چھپنا 8- آنکھیں ٹھنڈی ہونا 9- جگر تازہ ہونا 10- جان سیراب ہونا 11- پتاسا اڑنا 12- پلہ ہلکا ہونا 13- بھاری بھروسہ ہونا 14- مفت پلنا 15- ٹکڑوں پہ پلنا 16- غیر کی ٹھوکر پہ ڈالنا 17- جھڑکیاں کھانا 18- خوار ہونا 19- دل کے میل دھلنا 20- دل میلانہ کرنا 21- منہ تکتنا 22- قدموں پہ مٹنا 23- جماعت میں لینا 24- عطیہ پھرنا 25- در پہ مرنا 26- جام چھلکنا 27- جوت پڑنا 28- نور چھننا۔

بامحاورہ زبان کی خوبی بیان سے باہر ہے۔ صرف ایک شعر ملاحظہ کیجیے
 دل عبث خوف سے پتا سا اڑا جاتا ہے
 پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

اگر صرف لسانیاتی نقطہ نظر ہی سے حدائقِ بخشش کا مطالعہ کیا جائے تو لفظی اور معنوی صنعت کا دریا رواں نظر آئے گا۔ امام احمد رضا خاں کو عربی، فارسی، اردو اور دیسی الفاظ پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ اس قدرت کی بنیاد پر انہوں نے ایک ایسی نعت شریف پیش کی ہے جس کی مثال اردو شاعری میں نہیں ملتی، نہ ان سے قبل اور نہ ہی ان کے بعد؛ اور لطف یہ ہے کہ دیسی الفاظ کے چھوٹے چھوٹے جملے جذبے اور موسیقی کے اعتبار سے اردو شاعری میں لائٹانی بن گئے ہیں ملاحظہ کیجیے۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
 جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا
 منجد ہار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا
 توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا
 تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا
 برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا
 جب یاد آوت موہے کر نہ پرت دردا وہ مدینے کا جانا
 پت اپنی بہت میں کاسے کہوں مورا کون ہے تیرے سوا جانا
 مورا تن، من، دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

یہ امام احمد رضا خاں کا کمال ہے کہ انہوں نے اس میں لوک گیت کا لطف پیدا کر دیا ہے۔ یہ لطف کیوں کر پیدا ہوتا اگر اس میں امام احمد رضا خاں کی والہانہ کیفیت نہ شامل ہوتی۔ خلیل الرحمن اعظمی کا یہ قول کتنا صحیح ہے:

”آپ کے کلام میں جو والہانہ سرشاری، سپردگی اور سوز و گداز کی کیفیت ملتی ہے وہ اردو نعت گو شعرا میں اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کی نظموں اور غزلوں کا ایک ایک حرف عشق رسول میں ڈوبا ہوا ہے۔“ امام احمد رضا: اربابِ علم دانش کی نظر میں، لیس اختر مصباحی صفحہ: 93۔

اس نعت شریف میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے ہر شعر میں چاروں زبانوں کے مکمل جملے استعمال ہوئے ہیں اور سب بامعنی ہیں۔

امام احمد رضا خاں کی ایک اور خصوصیت جو ان کو دوسرے نعتیہ شاعروں سے ممتاز کرتی ہے نعت سازی کے نئے تجربات ہیں۔ ان کا سلام جس کا مطلع ہے

کعبہ کے بدر الدجی تم پہ کرو روں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کرو روں درود

یہ پورا سلام صنعتِ لزوم مالا یلزم اور صنعتِ ذوفیتین میں ہے اور قافیہ میں حروفِ تہجی کا التزام رکھا گیا ہے۔ ذوقائیتین کی صنعت میں غزلیں ملتی ہیں لیکن حروفِ ہجا کا التزام پوری اردو شاعری میں کہیں نہیں ہے۔ یہ امام احمد رضا خاں کی پہلی کوشش ہے۔ اس درودِ پاک میں 60 اشعار ہیں۔ کسی حرفِ ہجا کے دو اشعار کسی کے تین کسی کے پانچ اور ج خ د ذ ز س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک ل اوری مجہول کے ایک ایک شعر ہیں۔ لزوم مالا یلزم کے التزام کے باوجود ایسی آمد ہے کہ بیان سے باہر ہے وارداتِ قلبی اور والہانہ کیفیت میں درود کی بارش ہوتی نظر آتی ہے

نافع و دافع ہو تم شافع و رافع ہو تم
تم سے بس افزوں خدا تم پہ کرو روں درود
کیوں کہوں بے کس ہوں میں کیوں کہوں بے بس ہوں میں
تم ہو میں تم پر فدا تم پہ کرو روں درود

امام احمد رضا خاں کا معراجیہ قصیدہ بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ بہت سارے مذہبی شاعروں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے لیکن بقول سید امین اشرف:

”معراج پر اعلیٰ حضرت کی نظم اردو ادب میں شاہکار کا درجہ رکھتی ہے اور میرے خیال میں اس موضوع پر اردو میں ایسی معرکتہ آرا نظم نہیں لکھی گئی۔“ المیزان امام احمد رضا نمبر صفحہ 557

گرچہ معراجیہ قصیدہ مشکل بحر میں لکھا گیا ہے جو صابر سنہلی کے مطابق بحر متقارب مقبوض اٹلم شانزدہ رکنی ہے جس کا وزن
 فعول فعْلن فعول فعْلن فعول فعْلن ہے لیکن امام احمد رضا خاں کے حسن بیان نے اس میں موسیقیت اور ترنم کا
 دریا بہا دیا ہے۔ اس قصیدے سے جڑا ہوا ایک دلچسپ واقعہ خالی از لطف نہیں ہے۔ اس کا ذکر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی نے
 کچھ اس طرح کیا ہے:

”اس قصیدے کی قدر و قیمت کا اندازہ اس واقعے سے کیا جاسکتا ہے جو مولانا کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے جس کے مطابق
 ممتاز نعت نگار جناب محسن کا کوروی اپنا مشہور قصیدہ مولانا کو سنانے کے لیے لائے جس کا مطلع تھا ے

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
 برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل

مولانا احمد رضا نے نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد دو شعر سنے اور باقی قصیدہ عصر کے بعد سننے کا وعدہ کیا۔ مولانا احمد رضا بریلوی
 نے نمازِ عصر سے قبل اپنا مذکورہ قصیدہ معراجیہ سنا دیا۔ محسن کا کوروی نے جب آپ کا قصیدہ سنا تو اپنا قصیدہ لپیٹ کر جیب میں
 ڈالا اور کہا مولانا آپ کے قصیدے کے بعد میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا۔“ سالنامہ معارفِ رضا، کراچی۔

اس اقتباس سے بہت سے عقدے کھل سکتے ہیں اور بہتوں کے بھرم ٹوٹ سکتے ہیں۔
 شاعری سے لطف اندوز ہونے والوں کے لیے اس قصیدے میں نقشہائے رنگ رنگ ہیں۔ تغزل کی چاشنی، شیفنگی، مرقع
 کشی، منظر نگاری، فضا آفرینی غرض شاعری کا کوئی رنگ ایسا نہیں جو اس قصیدے میں نہ ہو۔ ذرا یہ رنگ دیکھیے ے

پہاڑیوں کا وہ حسن تزیں وہ اونچی چوٹی وہ ناز نمکیں
 صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے
 نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا
 کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لپکا حباب تاباں کے تھل مکے تھے
 وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھو میں
 ادھر سے انوار بہتے آتے ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئے تھے
نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

کیا یہ اشعار کسی بیان کے محتاج ہیں؟ اس قصیدے میں یہ رنگ بھی دیکھیے:
جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

یہ تو شاعر کی حسرت ہے۔ ذرا عرش کی حالت دیکھیے۔
یہ سن کے بے خود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر ان کے تلووں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے

امام احمد رضا خاں کا سلامیہ قصیدہ ساری اردو دنیا میں مشہور و مقبول ہے اس کی خوبیاں اس کی مقبولیت کا راز ہیں۔ اسلوبِ بیان کے نقطہ نظر سے اردو میں یہ منفرد قصیدہ ہے۔ اس کے متعلق یوسف سلیم چشتی نے لکھا ہے:
”مولانا امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے سرکارِ ابد قرار، زبدہ کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو سلام منظوم پیش کیا اسے یقیناً شرفِ قبولیت ہو گیا، کیونکہ ہندو پاک میں شاید ہی کوئی عاشقِ رسول ایسا ہو گا جس نے اس کے دو چار شعر ملاحظہ نہ کر لیے ہوں۔“ امام احمد رضا اربابِ علم و دانش کی نظر میں، لیس اختر مصباحی صفحہ: 84۔

بارگاہِ یکس پناہ میں جس کو قبولیت حاصل ہو جائے عوام میں اس کا کیا کہنا۔ اس قصیدے کے تعلق سے ”سخنِ رضا“ کے مصنف نے جو واقعہ قلم بند کیا ہے وہ قابلِ غور ہے۔

”اس سلام کے متعلق... مولانا الحاج مفتی قاری محمد حشمت علی خاں... سے میں نے سنا فرماتے تھے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا میں ہمہ وقت دین کا کام کرتا ہوں۔ ایک دن اعلیٰ حضرت پرانے شہر بریلی وعظ فرمانے تاکے میں تشریف لے جا رہے تھے۔ شیر بیشہ اہل سنت کو وہ فرمان یاد آگیا۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضور آپ فرماتے ہیں میں ہر وقت دین کا کام کرتا ہوں آپ اس وقت تاکے میں بیٹھ کر تشریف لے جا رہے ہیں تو دین کا کون سا کام کر رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا مولانا ایک تو ہم دین کے کام یعنی وعظ کو جا رہے ہیں یہ بھی دین کا کام ہے۔ دوسرے گھر سے یہاں تک میں نے سلام کے ساٹھ اشعار موزوں کیے ہیں آپ لکھ لیں۔ شیر بیشہ اہل سنت فرماتے تھے میں حیران رہ گیا کہ یہ خداداد صلاحیت ہے انسانی عقل سے ورہے۔“ سخنِ رضا۔ مطلب ہائے حدائق بخشش مولانا صوفی محمد اول قادری رضوی سنبھلی، صفحہ: 304

اس اقتباس سے امام احمد رضا خاں کی شخصیت کا جو پہلو ابھر کر آتا ہے وہ یہی ہے کہ وہ ہر وقت حبیبِ خدا کی یاد میں ڈوبے ہی نہیں بلکہ سرشار رہتے تھے۔ ان کے دیدہ و دلِ قلب و جگر اور جان و روح پر کوئی نقش چڑھتا تھا تو وہ صرف اور صرف محبوبِ خدا کا جلوہ صدر رنگ ہوتا تھا جس کا ثبوت ان کا یہ سلامیہ قصیدہ ہے۔ اس کی پر کیف فضا میں زبان کی سادگی، الفاظ کی روانی، جذبات کی سچائی، اور خیال کی صفائی اور لہجے کے دھیمے پن نے چار چاند لگا دیے ہیں۔ تبرکاً یہ قطعہ بند شعر ملاحظہ فرمائیں:

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا خاں نے اپنی شاعری میں حمد، نعت، مناجات اور منقبت کے سوا کسی اور موضوع کو نہیں چھوا ہے۔ ان موضوعات کی پیش کش کے لیے انہوں نے غزل، قصیدہ، رباعی اور قطعہ کی ہیئت کا استعمال کیا ہے اور ہر ہیئت کے فنی لوازمات کو مکمل طور پر برت کر اپنے آپ کو ایک منفرد شاعر کی حیثیت سے پیش کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

مندرجہ بالا تمام تفصیلات کا حاصل یہ ہے کہ امام احمد رضا خاں ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔ ان کے تجربہ علمی نے ان کے لیے ہر میدان کا سپہ سالار بننے کی راہ ہموار کی۔ وہ جس میدان میں داخل ہوئے پورے آب و تاب کے ساتھ داخل ہوئے اور اس کا رِزار پر اپنی چھاپ اتنی گہری چھوڑی کہ اس کا نقش کبھی دھندلا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں ان کے خلوص اور جذبے کا دخل ہے اور جذبہ صادق جب شعر و نغمہ بن کر پھوٹتا ہے تو بقولِ اقبال

دل سے جو آہ نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

کا مصداق بن جاتا ہے جس سے اس کی انفرادیت قائم ہو جاتی ہے۔

میں اپنی بات سید امین اشرف کے اس قول پر ختم کرتا ہوں کہ ”شاعری جذبات کے بھرپور اظہار کا ایک مؤثر وسیلہ ہے۔ ملٹن کی شاعری وسیلہ تھی عیسائیت کی ترویج و تبلیغ کا۔ حالی نے شاعری کو استعمال کیا سوئی ہوئی قوم کو غفلت سے جگانے کے لیے اور اقبال کے لیے شاعری وسیلہ تھی خودی کی روح پھونک کر مور بے پایہ کو عقابِ کہستانی بنادینا۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے مشن یہ تھا کہ ملت اسلامیہ کے سینوں کو عشقِ محمدی کی آتشیں سوزوں سے معمور کر دیا جائے۔ المیزان امام احمد رضا نمبر صفحہ: 562۔

کتابیات

- 1۔ حدائقِ بخشش، مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی، قادری بک ڈپو، نوحہ مسجد بریلی 1403ھ۔
- 2۔ حیاتِ مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی، پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی، 1999ء۔
- 3۔ دبستانِ رضا، امام احمد رضا خاں اربابِ علم دانش کی نظر میں، لیس اختر مصباحی، رضوی کتاب گھر، دہلی طبع پنجم 1995ء۔
- 4۔ سخنِ رضا مطلب ہائے حدائقِ بخشش، مولانا صوفی محمد اول قادری رضوی سنبھلی، فاروقیہ بک ڈپو، دہلی 1412ھ۔
- 5۔ کلامِ رضا کا تحقیقی اور ادبی جائزہ، نمٹس بریلوی اسلامک پبلشر، دہلی۔
- 6۔ ماہنامہ قاری المیزان کا امام احمد رضا نمبر، میا محل دہلی 1989ء
- 7۔ معارفِ رضا شمارہ نمبر 19، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا پاکستان 1999ء۔
- 8۔ معارفِ رضا شمارہ نمبر 24، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا پاکستان، 2004ء۔

ریسرچ فارمیٹ

خصوصی افراد اور امام احمد رضا

(خصوصی افراد کے فقہی مسائل کے حل میں مفکرِ اسلام احمد رضا حنفی کی خدمات کا تحقیقی جائزہ)

از: پروفیسر دلاور خاں

- پہلا باب: تعارف / مقدمہ
- دوسرا باب: خصوصی افراد کا تصور قبل از اسلام
- تیسرا باب: خصوصی افراد کی بحالی میں اسلامی تعلیمات کا کردار
- چوتھا باب: اسلام میں خصوصی افراد کا مقام و منصب
- پانچواں باب: فقہ اسلامی میں خصوصی افراد کے لیے تخفیف اور رخصت کا شرعی تصور
- چھٹا باب: اسلام اور مغرب کے تناظر میں خصوصی افراد کا تقابلی جائزہ
- ساتواں باب: فروغِ اسلام میں نامور خصوصی افراد کا کردار
- آٹھواں باب: عصرِ حاضر میں خصوصی افراد کے مسائل، اسباب اور اثرات کا جائزہ
- نواں باب: مولانا احمد رضا خاں محدثِ حنفی کی فقہی خدمات کا جائزہ
- دسواں باب: ذہنی معذور افراد کے فقہی مسائل اور مولانا احمد رضا خاں محدثِ حنفی کی خدمات
- گیارہواں باب: گویائی سے معذور افراد کے فقہی مسائل اور احمد رضا خاں محدثِ حنفی کی خدمات
- بارہواں باب: بصارت سے معذور افراد کے فقہی مسائل اور احمد رضا خاں محدثِ حنفی کی خدمات
- تیرہواں باب: سماعت سے معذور افراد کے فقہی مسائل اور احمد رضا خاں محدثِ حنفی کی خدمات
- چودھواں باب: جسمانی معذور افراد کے فقہی مسائل اور احمد رضا خاں محدثِ حنفی کی خدمات
- پندرہواں باب: خلاصہ، محاصل، سفارشات، کتابیات

دور و نزدیک سے

پیش کش: مرزا فرقان احمد

محترم المقام سید و جاہت رسول قادری مدظلہ العالی،
السلام علیکم!

امید ہے کہ مزاج شریف مع متعلقین بخیر و عافیت ہوں گے۔ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اسلام کی خدمت کے لیے آپ کو سلامت باکرامت رکھے۔ (آمین)

آپ کا مکتوب گرامی جو 28 دسمبر کو لکھا گیا تھا کل 12 جنوری کو مجھے موصول ہوا۔ یاد آوری کا شکریہ۔

آپ کے مکتوب شریف سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ نے مدارج العرفان کا صرف وہی حصہ مطالعہ فرمایا ہے جو ”معارفِ رضا“ میں اشاعت کے لیے آپ کی خدمت میں بھیجا گیا تھا۔ صورتحال یہ ہے کہ وہ اس سلسلے کی محض ابتداء تھی اور اُس وقت ہمارا تخمینہ تھا کہ اوّل سے آخر تک ”کنز الایمان“ کے معارف کے اظہار پر مشتمل یہ تحریر 14، 15 یا 16 جلدوں پر مشتمل ہوگی لیکن جوں جوں ہم آگے بڑھتے گئے تو کنز الایمان کے لامتناہی معارف میں ایسے ڈوبے کہ اختصار کی حتی المقدور کوشش کے باوجود جو آثار نظر آرہے ہیں اُن سے کچھ ایسا ہی لگتا ہے کہ یہ عظیم کام کم از کم 30 جلدوں پر مشتمل ہوگا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

”آوازِ حق“ کا ہر شمارہ پابندی کے ساتھ یکم جنوری 2009 تا یکم دسمبر 2009ء تک، 12 شمارے آپ کو بھیجے جا چکے ہیں لیکن آپ کی تحریر سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ کاپیاں آپ کو ملی نہیں یا آپ نے ادائل کی تحریر کو حرفِ آخر سمجھ کر ان کو پڑھا نہیں۔ کاش یہ تمام شمارے آپ نے پڑھ لیے ہوتے تو مزید دعاؤں سے ہمیں نوازتے۔

اب صورتحال یہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر کے موضح القرآن سے لے کر اب تک قرآن شریف کے اُردو زبان میں

لکھے گئے دو (2) درجن سے زیادہ تراجم مشاہیر کے اس تاریخی تقابلی جائزہ کی پہلی جلد زیر طباعت ہے جس کی ذمہ داری علمِ دین پبلشرز، اُردو بازار، لاہور نے لی ہوئی ہے۔ یہ جلد میری پہلی تصنیف ”اصولِ تکفیر“ کے سائز پر 700 صفحات پر مشتمل ہے اور سورۃ بقرہ شریف کی آیت نمبر 176 تک ہے۔ جب کہ دوسری جلد کا آغاز سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 177 سے ہو چکا ہے۔ جس کی پہلی قسط ”آوازِ حق“ شمارہ جنوری 2010ء میں شائع ہو چکی ہے۔ لیکن افسوس کہ آپ ”آوازِ حق“ کے شماروں سے مستفید نہیں ہو رہے ہیں۔

اس کے علاوہ جن وضاحت طلب سوالات کا ہندوستان کے مولانا امجد رضا صاحب کے لیے آپ نے فرمایا ہے۔ اُن سے متعلق دو تین سطور اس کے ساتھ ملحق ہیں:

سوال نمبر 1 کا جواب ہمارے مطالعے کے مطابق یہ ہے کہ ”کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن“ توحید و رسالت کی عظمتوں کو اُجاگر کرنے کی اعلیٰ مثال ہونے کے ساتھ اُن میں سے ہر ایک کے شایانِ شان بیان پر مشتمل ہونے کی بناء پر مستحق ہے کہ اُسے گزشتہ صدی میں اس سلسلے میں لکھی گئی جملہ تحریرات کی جان قرار دیا جائے۔ چہ جائیکہ توحید و رسالت کی حدیں مٹانے جیسے گھٹیا تصور کی یہاں گنجائش ہو۔

(2) سوال نمبر 2 کا جواب یہ ہے کہ اس میں مستند تفاسیر سے انحراف کا تصور وہی شخص کر سکتا ہے جس کو مستند تفاسیر کے مندرجات کی حقیقت تک رسائی نہ ہو یا اس حوالے سے کنز الایمان کے معارف کا ادراک نہ ہو۔ ورنہ انصاف یہ ہے کہ کنز الایمان کے معارف تک رسائی والا کوئی شخص اس کو کسی بھی مستند تفسیر سے انحراف کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔

(3) تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہمارے مطالعے کے مطابق اس میں ذرہ برابر شک نہیں ہے کہ کنز الایمان اُردو ادب اور اُس کے محاوراتی لب و لہجہ کی اعلیٰ مثال ہے۔

(4) چوتھے اور پانچویں سوال کا جواب یہ ہے کہ کنز الایمان اپنی اسلوبی انفرادیت، سلاستِ بیان اور فصاحتِ لسان کے حوالے سے قادر الکلامی کی اعلیٰ مثال ہے۔

(5) چھٹے، ساتویں اور آٹھویں کا جواب یہ ہے کہ کنز الایمان کے جن الفاظ اور جس انداز کو نیا اور جدید سمجھا جاتا ہے، حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو قرآن شریف کے اُن مقامات کا حقیقی ترجمہ بھی یہی ہے جس کی پوری وضاحت بمع دلائل مدارج العرفان میں ہر شخص پڑھ سکتا ہے۔ والسلام

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا پیر محمد چشتی

جامعہ غوثیہ معینیہ، بیرون یکہ توت، پشاور۔

